فرحین اظفر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مکمل ناول

ٹھنڈی پھوار

فرحین اظفر

مئی کے تپتے ہوئے مہینے کا ایک جھلستا ہوا دن تھا۔ گرمی کی شدت سے کوئل کی کوک دم توڑ گئی تھی۔ کوؤں کی چونچیں پیاس سے کھل گئی تھیں اور ننھی چڑیائیں ... اپنے گھونسلوں میں سر دیے بے دم پڑی تھیں۔

چھت کی نیچی منڈیر سے پوری گلی میں چھایا سناٹا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ گرمیوں میں شام میں گھروں کی چھتیں، صحن اور برآمدے جتنے آباد ہوں دوپہریں اتنی ہی سنسان ہوتی ہیں۔ اس نے منڈیر

سے اپنا غٹرغوں کرتا ہوا خالی پیٹ ٹکا کر ایک نظر گلی میں جھانکا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی دو گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ کے بعد لائٹ آئی تھی، گلی کے سارے ہی گھر جن کے مکین قیلولے میں مصروف تھے۔ اتنی گرم اور لمبی دوپہروں میں اور کیا بھی کیا جاتا یا سویا جاتا یا پھر کوئی بد نصیب میری طرح بھی...... اس نے اپنی سوچ کو ادھورا ہی منڈیر تلے پھینک کر پلٹ کر چھت پر ایک نظر ڈالی۔

صاف ستھری دھلی دھلائی اِتی نہیں تو ساٹھ گز کی چھت تھی جو چند لمحے قبل اس قدر گرمی میں اس نے جھاڑو سے شڑاپ شڑاپ دھوئی تھی اور ابھی چند منٹ میں ہی اس پر بہتا ہوا پانی سوکھنے جیسا ہو گیا تھا۔ کہیں کہیں صاف ستھرا اسیمنٹ بھی نظر آنے لگا تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ چھت دھوتے میں ہی اس نے دھار والا پائپ اپنے سر کی طرف کر دیا اور موٹی سی پانی کی بوچھاڑ نے اسے چوٹی سے ایڑھی تک بھگو کر شانت کر دیا۔ لیکن یہ صرف جسمانی شانتی تھی۔ وہ اس گزرتی دوپہر کی گرمی اور گھنٹا بیشتر ہونے والے مکالمے کو سوچتی تو ساری گرمی اسے اپنے دماغ پر چڑھتی محسوس ہوئی تھی۔

گرمی سے بے حال، خشک گلے اور گیلے جسم کے ساتھ اس نے جوں ہی گھر میں قدم رکھا تھا تو بریانی کی تیز اشتہا انگیز خوشبو نے اس کی بھوک کو دس گنا بڑھا دیا تھا۔ چادر اور بیگ اپنے کمرے کے بیڈ تک بھی بہ مشکل پہنچا پائی تھی اور کچن کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔

''ہاں بریانی پکائی ہے، آپ کی پسند کا رائتہ اور سلاد کے ساتھ کولڈ ڈرنک بھی رکھی ہے لیکن......'' امی نے اپنا اگلا فرمانِ شاہی جاری کیا۔

''ہیں...... ابھی؟''

''جی ابھی......''

''لیکن ابھی تو امی بہت دھوپ اور گرمی ہے میں...... میں کل صبح دھو دوں گی اسکول جانے سے پہلے۔'' اس کی آواز منمناتی ہوئی تھی۔ اپنے ارادے کی حقیقت سے وہ خود بھی واقف تھی۔

''شوق سے دھونا کل صبح بھی...... لیکن ابھی اگر کھانا چاہیے تو جا کے چھت دھوؤ...... ورنہ بریانی بھی کل صبح ہی کھا لینا۔'' ان کی آواز میں قطعیت تھی۔ بات مکمل کر کے انہوں نے ہاتھ سے اسے ایک طرف ہٹایا اور کچن کے دروازے میں تالا ڈال کر چابی ساتھ لے گئیں۔

گو کہ چھت ڈھل چکی تھی۔ لیکن اب اس کی بھوک ویسی تابڑ توڑ نہیں رہی تھی۔ جیسی اسکول سے واپسی پر تھی۔ نل کے پاس جا کر اس نے پائپ نکالنے سے پہلے ایک بار پھر خود کو پوری طرح بھگویا۔ جسم د جان میں تازگی اور ٹھنڈک کی لہر سی اتر گئی۔ کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ ایک، ایک کر کے سیڑھیاں اترتی ہوئی جانتی تھی کہ سجی ہوئی ڈائننگ ٹیبل اس کی منتظر ہو گی اور ہوا بھی یہی......

گرما گرم بھاپ اڑاتی بریانی، رائتہ، سلاد اور اس کی من پسند کولڈ ڈرنک کے ساتھ نہ صرف امی بلکہ ابا بھی اس کے منتظر تھے۔

''السلام علیکم ابا!'' اس نے بجھے، بجھے انداز میں سلام کیا۔

''وعلیکم السلام...... ارے یہ تم کیسے گیلے کپڑے لے کر یہاں آ گئیں۔ سارا فرش گیلا کر دیا۔'' ابا نے سلام کا جواب دیتے ہی ناگواری سے اسے ٹوکا۔ اور وہ جو ابا سے امی کی شکایت کرنے کا سوچ رہی تھی دل مسوس کر رہ گئی۔

''کوئی بات نہیں اسرار صاحب...... میری بیٹی بہت تھک گئی ہے، اسے کچھ مت کہیں ابھی...... جاؤ سنبل بیٹا جلدی سے چینج کر کے آ جاؤ تمہاری پسند کا لنچ انتظار میں ہے۔'' اس نے کھانے والی نظروں سے اپنی ماں کو گھورا۔ اور پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ دل تو چاہ رہا تھا کھانے سے صاف انکار کر دے کہ وہ کوئی آپ کے ہاتھ کے کھانوں کی بھوکی نہیں نہیں کھائے گی تو مر نہیں جائے گی مگر ہائے یہ بے وفا پیٹ...... خوشبو پاتے ہی ایسی دہائیاں دینے لگا جیسے کھانا نہ ملا تو واقعی مر ہی تو جائے گا۔ وہ بھوک کی بہت کچی تھی۔ یہ بات شمع اسرار اچھی طرح جانتی تھیں...... ہاں اسرار صاحب کی دوسری بیگم اور

اس کی سوتیلی ماں......

شدید احساسِ بے بسی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اسے کپڑے تبدیل کر کے ڈائننگ ٹیبل پر جانا ہی تھا...... وہ دل ہی دل میں کلستی واش روم میں جا گھسی۔

☆☆☆

گلابی اور سفید کامبی نیشن کا سوٹ اس کی سفید رنگت پر خوب کھِل رہا تھا۔ آج شگفتہ پھپو نے اپنا گھر مکمل ہو جانے کی خوشی میں سب خاندان والوں کی دعوت کی تھی۔ رات کے کھانے سے پہلے قرآن خوانی کا بھی اہتمام کیا تھا۔

اس کی دائیں کلائی میں سفید موتیوں کی لڑی تھی۔ ویسا ہی ایک، ایک سفید موتی اس کے کانوں میں اٹکا تھا۔ آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر ہلکا گلابی لپ گلوز لگائے وہ محفلِ میلاد و قرآن خوانی میں تمام چھوٹی بڑی لڑکیوں میں ممتاز دکھائی دے رہی تھی۔

''واہ بھئی...... آج تو سنبل بی بی خوب لشکارے مار رہی ہیں۔'' یہ پھپو کی منجھلی بیٹی لائبہ تھی جو عمر میں اس کے برابر لیکن خیالات میں اس سے کہیں آگے تھی۔

''ہونہہ...... اسے لشکارے مارنا کہتے ہیں۔'' اس کا موڈ دو دن پہلے سے خراب تھا۔ جب سے چھت دھوئی تھی تب سے......

''کیوں، کیا ہوا اچھا بھلا تو ہے۔''

''لو اسے اچھا بھلا کہتے ہیں؟ نہ ڈھنگ سے میک اپ کرنے دیا نہ جیولری پہننے دی ہے۔''

''مامی کی بات کر رہی ہو؟'' لائبہ نے منہ بنا کر پوچھا۔

''اور کون ہے میری زندگی کی مصیبت......''

''ہم...... م...... م یہ تو ہے، تمہاری لکس بہت سمپل لگ رہی ہیں۔'' اس نے جھٹ سے بیان بدل دیا۔

''اور نہیں تو کیا...... ہر بات میں روک ٹوک، ہر کام میں سوال جواب...... یہ پہنو، یہ کھاؤ، یہ کرو، وہ نہ کرو...... زندگی مجھے تو عمر قید جیسی لگتی ہے۔''

دل میں ابھی تک دو دن پہلے والی زبردستی کا غم تازہ تھا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اسی وقت کچن میں روشی باجی داخل ہوئیں۔ وہ لوگ اس وقت میلاد کے بعد سلاد، رائتے اور میٹھے کی ڈشز کا جائزہ لینے آئی تھیں کہ سب تیار ہے یا نہیں...... اور وہ لائبہ کے ساتھ باتوں میں لگ گئی۔ روشی باجی کے چہرے سے لگ تو نہیں رہا تھا کہ انہوں نے کوئی بات سنی ہو گی۔ پھر بھی اسے ایک لمحے کے لیے خفت سی محسوس ہوئی۔ اگلے ہی لمحے وہ لائبہ سے گلے ملتی لڑکی کو دیکھ کر بے نیاز بن سی گئی۔

''سن بھی لیں تو کیا ہے، میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔''

سر جھٹک کر اس لڑکی کو ستائشی نظروں سے دیکھنے لگی۔ جسے اس نے اس سے پہلے کبھی پھپو کے گھر میں نہیں دیکھا تھا۔

''ان سے ملو سنبل...... ابو کے دوست کی بیٹی ہیں ساشا...... اور یہ میرے ماموں کی بیٹی سنبل......'' لائبہ نے تعارف کروایا تو سنبل خواہ مخواہ کنفیوز ہو گئی کیونکہ ساشا اس وقت بہت ماڈرن اور اسٹائلش کپڑوں میں ملبوس تھی۔ اس نے خوب شوخ شاکنگ پنک کلر کی جرسی کی شارٹ شرٹ اور بلیک ٹائٹس پہنی ہوئی تھی۔ اور اس کے ساتھ شاکنگ پنک اور بلیک پرنٹ کا چھوٹا سا اسکارف گلے میں ڈال رکھا تھا۔ اونچی پونی ٹیل اور بڑی، بڑی بالیوں کے ساتھ وہ کسی ڈانس پارٹی کی مہمان لگ رہی تھی۔ جبکہ اس کے برعکس سنبل کا کاٹن کا ہلکے رنگوں کا سوٹ، بے حد ہلکی جیولری اور میک اپ سے مبرّا چہرہ ایک الگ ہی پاکیزہ اور معصوم سا تاثر دے رہا تھا...... وہ لڑکی جس کا نام لائبہ نے ساشا بتایا تھا اتنی ہی تیز اور چبھتے ہوئے رنگ کی لپ اسٹک اور آئی لائنر اور مسکارا لگائے ہوئے تھی۔

سنبل کو بے اختیار ہی اپنا وجود اس کے آگے دھیما پڑتا ہوا لگنے لگا۔ ساشا کی اس قدر چمکتی دمکتی پرسنالٹی کے آگے وہ خود کو بجھا ہوا محسوس کرنے لگی۔ اسے شمع اسرار پر از سر نو غصہ آنے لگا۔ اس نے آنے سے پہلے کتنا زور لگایا تھا کہ اسے یہ مریضوں اور

بڑھوں والے گلابی رنگ کے بجائے وہ سرخ و سیاہ امتزاج والا لباس پہننے دیں۔ جس کے گلے اور دامن پر سلور نگ لگے تھے۔ آخر صرف میلاد اور قرآنی خوانی تو نہیں تھی ناں......

شگفتہ پھپو کے یہ بڑے سارے گھر کی دعوت تھی آخر......

''لڑکی ہو......لڑکی بن کر رہو...... چلو عورت بننے کی ضرورت نہیں۔'' وہ بہت نرم لہجے میں تنبیہہ کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ سنبل کبھی کبھی ان سے بدتمیزی کی حد تک تلخ ہو جاتی تھی۔

''ہونہہ......آپ کا بس چلے تو مجھے عورت بننے سے پہلے ہی بیوہ بنا دیں۔'' اس وقت بھی غصے کے مارے جو اس کے منہ میں آیا اس نے بک دیا۔ شمع بھی ایک دم ہی چپ کر گئیں اور فوراً ہی باہر نکل کر اپنا عبایا پہننے لگیں۔ پھر انہوں نے اسے مجبور نہیں کیا...... لیکن اس کا اپنا دل اتنا خراب ہو چکا تھا کہ وہ یونہی تیار ہو کر آ گئی۔ حالانکہ پھپو کے گھر کی اس دعوت کا اسے ہفتوں سے انتظار تھا۔

بات صرف دعوت کی نہیں تھی وہ اس دعوت پر سب سے زیادہ خوب صورت لگنا چاہتی تھی اور اس کی وجہ کوئی اور نہیں...... اس کا اپنا پھپھی زاد فاران تھا۔ جس کی آنکھوں میں چھپے پسندیدگی کے رنگ اب چھپے نہیں رہے تھے بلکہ اس پر پوری طرح عیاں ہو چکے تھے۔

''کہاں کھو گئیں......؟'' لائبہ نے اس کے آگے ہاتھ ہلایا وہ ایک دم چونکی۔

''کچھ نہیں...... یہاں بہت گرمی ہے...... چلو باہر چلیں۔''

''ہوں...... ویسے تمہیں دیکھ کر لگتا نہیں کہ تمہیں گرمی لگ رہی ہوگی۔'' ساشا ان لوگوں کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے بے تکلفی سے بولی۔

''دراصل تم نے اتنے کول کلرز پہنے ہیں کہ ان کو دیکھ کر ویسے ہی ٹھنڈک کا احساس ہو رہا ہے۔'' وہ کمال کی سادگی بھرے لہجے میں اس کی تعریف کر رہی تھی۔ سنبل حیرت میں گھر گئی۔ جبکہ لائبہ نے چڑ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

☆☆☆

''ماشاء اللہ سے آج میری بیٹی شگفتہ آپا کے یہاں سب سے الگ اور خوب صورت لگ رہی تھی۔'' وہ ابا کے لیے چائے بنا کر لائی تو شمع اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔ اس سے جواباً مسکرایا بھی نہیں گیا۔

''ہونہہ...... سب سے الگ تو ٹھیک ہے لیکن سب سے خوب صورت...... یہ کیوں نہیں کہتیں کہ سب سے الگ نمونہ اور سب سے دقیانوسی پیس لگ رہی تھی۔'' اس نے کوفت سے دل میں سوچا۔

ایک تو تھکن سے اس کا انگ، انگ دکھ رہا تھا اوپر سے ابا کی چائے کا آرڈر...... دل تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن چونکہ ابا نے خود بہت پیار سے اس سے کہا تھا۔ اس لیے مانتے ہی بنی۔ یہ بھی خیال تھا کہ اس سے چائے بنوانے کے لیے یقیناً امی نے ہی ابا کو اکسایا ہوگا۔

''ٹھیک ہی کہتی ہیں پھپو...... تمہاری ماں کو اپنے سنگار سے فرصت ملے تو تمہیں بجنے سنورنے دے ناں۔''

اس نے کمرے سے نکلتے ہوئے ایک تنفر بھری نگاہ شمع پر ڈالی۔ جو اپنی کلائیوں سے سونے کی باریک اور نفیس چوڑیاں اتار کر مخملیں باکس میں رکھ رہی تھیں۔

اس کے دل میں کسی نے چٹکی بھری...... یہ چوڑیاں اس کی مرحومہ ماں عابدہ کی تھیں۔

☆☆☆

شمع اسرار، سنبل اسرار کی سوتیلی ماں اس وقت اس کی زندگی میں داخل ہوئیں جب وہ بچپن اور لڑکپن کی درمیانی دہلیز پر کھڑی تھی۔

اسے اچھی طرح وہ دن یاد تھا۔ جب انہوں نے دلہناپا چھوڑ کر گھر کا انتظام سنبھالا تھا اور پہلے ہی دن چند بے حد معمولی سے کام اس کے ذمے لگائے تھے۔

دودھ والے سے دودھ کی بوتلیں لے کر فریز کرنا......اور جمعدار کو کچرا دینا، اس سے زیادہ بہت ہوا تو بزر بجاتی واشنگ مشین کا بٹن گھما دینا یا چھت سے دھلے اور سوکھے ہوئے کپڑے اتار لانا۔ ابتدائی چند

دنوں میں اس نے نئی امی کی آمد کی خوشی میں بھاگ، بھاگ کر یہ کام کیے۔ نئی امی اس کی فرمانبرداری سے بہت خوش اس سے خوب پیار کرتیں......ان کے آنے سے پہلے دادی اور پھپو نے اُن کے بارے میں جو ڈراؤنی باتیں اور غلط سلط اندازے لگائے تھے وہ اس سے بالکل مختلف تھیں۔ اس کی پسند کے کھانے بناتیں، اسے ہوم ورک کرواتیں، کہانیاں سناتیں، یہاں تک کہ فارغ وقت میں اس کی ڈولز کے ساتھ کھیل بھی لیتیں۔

پھر ایک دن جب پھپو دوپہر کے کھانے پر ان ہی کے یہاں بیٹھی تھیں۔ ایک واقعہ ہوگیا۔ جو خوشگوار تھا یا ناخوشگوار اس کا فیصلہ الگ، الگ لوگوں نے الگ، الگ طرح سے مرتب کیا۔

اس روز موسم بہت خوب صورت تھا۔ صبح سے ہلکی، ہلکی بونداباندی ہورہی تھی۔ حسبِ معمول وہ دودھ والے کی بیل سن کر دودھ لینے باہر نکلی اور جب وہ دونوں ہاتھوں میں دودھ کی بوتلیں پکڑ کر واپس آرہی تھی تو گیلے صحن کے فرش پر اس کا پیر پھسل گیا۔

دھڑام کی آواز کے ساتھ وہ پوری کی پوری پشت کے بل گری......سر کا پچھلا حصہ بری طرح پکے فرش سے ٹکرایا۔ کانچ کی بوتلیں فرش پر ایک چھناکے سے ٹوٹیں اور کئی ایک کانچ اس کی ہتھیلیوں اور پیروں میں چبھ گئے۔

''ہے، ہے کیا ہوا میری بچی......'' سب سے اونچی آواز پھپو کی اور سب سے پھرتیلے قدم امی کے تھے۔ سر میں شدید درد کے ساتھ جسم میں کئی جگہ سے خون کی بوندیں ابھر آئیں۔

''سنبل کیا ہوا میری جان......؟'' امی نے تیزی سے آکر اسے گود میں اٹھایا اور بہ مشکل گود میں لے کر اندر تک آئیں...... سنبل اس وقت دس سال کی تھی......اتنی بڑی بچی کو گود میں اٹھا کر اندر تک لانے میں وہ بری طرح ہانپ گئیں۔ لاؤنج کے صوفے پر اسے لٹا کر وہ اس کے پیروں کے پاس بیٹھ کر سانس درست کرنے لگیں۔

''ہائے اللہ میری بچی...... کیسے گر گئی۔'' پھپو اتنے میں اس کے سر پر پہنچ چکی تھیں۔

پھپو اور ماں کی ہمدردی پا کر اس کے رونے میں اور تیزی سے آگئی۔

''لو بھابی آپ یہاں مزے سے بیٹھ گئیں، دیکھیں تو ذرا جگہ جگہ سے خون بہہ رہا ہے۔ اور کہاں لگی۔'' انہوں نے ذرا کی ذرا صورتِ حال سنبھالتی شمع کو واویلا مچا کر ہڑ بڑا دیا۔ سنبل بھی بری طرح گھبرا کر چیخنے لگی۔ ابا ایک دم گھبرا کر اپنے کمرے سے نکلے۔

''میں نے پہلے بھی بھابی سے کہا تھا کہ میری بچی بہت نازک ہے۔ اس سے یوں گھر کے کام کاج کروانے کی کیا ضرورت ہے...... لو یہ کوئی عمر ہے اس کی اتنے، اتنے کام کرنے کی۔''

امی کے بارے میں کہی گئی پہلی برائی اس وقت اس کے کچے ذہن میں ترازو ہوگئی۔ اس کے بعد دوسری اور پھر تیسری اور پھر ایسی نہ جانے کتنی ہی باتیں۔

''شمع نے تمہیں بالکل ہی گھر گھسنی بنا کر رکھ دیا ہے۔''

''اتنی جلدی کیا تھی تم کو یہ بڑے، بڑے دوپٹے لادنے کی۔ بالکل دادی اماں لگتی ہو۔'' لائبہ اس پر بے لاگ تبصرے کرتی، اس کا دل جلتا رہتا۔

یہ سچ تھا کہ شمع نے سنبل کی پرورش بالکل ایسے خطوط پر کرنے کی کوشش کی تھی۔ جیسا کہ شریف اور سادہ عورتیں اپنی بیٹیوں کی کرتی ہیں۔ خصوصاً ان بیٹیوں کی جن کے نقش تیکھے، رنگت گلاب اور اٹھان غضب کی ہو۔

یہی معاملہ سنبل کا تھا۔ رنگت اور نقوش اس نے اپنی مرحوم ماں عابدہ کے چرائے تھے تو قد اپنے باپ سے لیا تھا۔ دبلی، لمبی، پتلی، گوری چٹی...... خوب صورتی کے سارے ہی پیمانے اسے ماپنے کو بے قرار رہتے...... اور وہ خود اپنے وجود سے بے خبر...... نہ جانے کتنے سالوں سے ماں کے خلاف دل میں بغض و عناد پال رہی تھی۔ وہ ماں جس کے ساتھ سب سے پہلے سوتیلی کا سابقہ لگانا بھی اس نے اپنی دادی اور پھپو سے سیکھا تھا۔

شمع نے اسے گھر داری سکھانے کی کوشش کی تو ظالم کہلائیں...... غیر ضروری بناؤ سنگھار سے وقت سے پہلے روکا تو سخت گیر...... کسی بات پر سرزنش کی تو سخت مزاج اور اگر سزا دے ڈالی تو پھر تو...... بے رحم...... بے حس اور جانے کیا، کیا...... سوتیلی تو وہ تھیں ہی...... شمع اپنے ساس اور نند، شگفتہ کی تمام باتیں سنتی اور سمجھتی تھیں مگر انہوں نے کبھی ان کی باتوں کا برا منایا تھا نہ ہی دل پر لیا تھا۔

انہوں نے اول دن سے ہی اسرار صاحب پر واضح کر دیا تھا کہ وہ اس گھر میں ان کی بیوی بعد میں اور سنبل کی ماں پہلے ہیں۔ وہ بن ماں کی بچی ہے اور چونکہ سوئے اتفاق شمع نے بھی اپنے بہت بچپن سے ہی ماں کی جدائی دیکھی اور سہی تھی۔ لہٰذا وہ سنبل کی محرومیوں کو بہت بہتر طریقے سے سمجھتی ہیں۔ اس سے پہلے وہ ہمیشہ پوری سچائی اور خلوص دل سے سنبل کی ماں بننے کی کوشش کریں گی اور کوشش کریں گی کہ سنبل کو ماں کی کمی بھی محسوس نہ ہو...... وہ انہیں ہی اپنی سگی ماں سمجھے اور کبھی زندگی کے کسی مرحلے پر ان سے کوئی غیریت محسوس نہ کرے۔

اسرار صاحب کو ان کی بات ان کی شخصیت ہی کی طرح بے حد پسند آئی تھی۔ دراصل وہ اسرار صاحب سے عمر میں کافی کم تھیں۔ گو کہ بالکل جوان نہیں تھیں لیکن بڑھاپے سے بھی کوسوں دور تھیں۔ ذرا سا اوڑھ پہن لیتیں تو اپنی عمر کے کافی برس چرا لیتیں۔ سنبل کی ماں تو لگتیں لیکن اسرار صاحب کی بیگم ہرگز نہیں...... اسرار صاحب کی پہلی شادی بھی اپنی بہن اور ماں کی مہربانیوں سے کافی دیر سے ہوئی تھی۔ اور دوسری اور بھی دیر سے...... اس لیے صرف ایک ہی بیٹی کے باپ ہونے کے باوجود وہ ادھیڑ عمری سے جا لگے تھے اور اس عمر میں ایسی بیوی کا مل جانا جو صورت کے ساتھ، ساتھ سیرت میں بھی عام خواتین سے کچھ بڑھ کر تھی۔ اور سب سے بڑھ کر ابھی تک کنواری تھی، اُن کے لیے

کسی نعمت کے مل جانے سے کم نہیں تھا۔

دنوں میں ہی ''شمع'' ان کے دل کی شمع بن گئیں۔ ان کا جادو اسرار صاحب کے سر چڑھ کر بولنے لگا۔ وہ ان کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہتے...... اور شمع ان کی تابعداری پر کبھی شرما جاتیں اور کبھی جی بھر کے خوش ہوتیں۔

ہو تو یہ بھی سکتا تھا کہ شوہر کی اس قدر طرف داری پا کر شمع کے اندر سوتیلی ماؤں والے حاسدانہ جذبے پرورش پا جاتے...... اور وہ اپنی نند اور ساس کا جلاپا، اپنی بیٹی کو ستا کر نکالتیں۔ لیکن یہی ان کی خاصیت تھی جس نے اسرار صاحب کو ان کا دیوانہ بنا دیا تھا۔ اور اسرار صاحب کی یہی دیوانگی تھی جس سے ان کی ماں اپنی زندگی میں اور بہن شگفتہ اب تک جلی مری جاتی تھیں۔

اسی حسد کی آگ میں جلتے ہوئے انہوں نے سنبل کے دل میں بھی ماں کے خلاف منفی جذبات پیدا کر دیے تھے۔

شمع سب جانتی، بوجھتی اور سمجھتی تھیں لیکن انہوں نے کبھی اپنی صفائی یا وضاحت میں سنبل سے ایک لفظ تک نہیں کہا...... ان کے خیال میں سنبل نادان تھی، معصوم تھی اور ایسی خاندانی سیاستوں میں کودنے کے لیے ابھی اس کی عمر بہت کم تھی۔ وقت آنے پر وہ خود ہی سمجھ جاتی اور یہ وقت کب آنا تھا۔ یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

☆☆☆

وقت دبے پاؤں کچھوے کی سی چال چلتا، دو سال مزید آگے نکل گیا تھا۔

فاران کو ملک سے باہر نوکری مل گئی تھی اور وہ جاتے، جاتے سنبل کے ہاتھ میں انتظار اور امید کے جگنو تھما گیا تھا۔ سنبل ابھی محض سترہ سال کی کچے ذہن کی لڑکی تھی۔ اس نے بھلا دنیا دیکھی ہی کتنی تھی۔ فاران کے جذبوں کی سچائی اور خلوص کو پرکھے بغیر ہی وہ دل سے اس کی اسیر ہو چکی تھی اور اس بات کی خبر فاران اور اس کے علاوہ صرف لائبہ کو تھی۔ یا اگر پھپھو کے علم میں ایسی کوئی بات تھی بھی تو اب تک انہوں نے سنبل پر ظاہر نہیں کی تھی۔

فاران نے لائبہ کے ہاتھ اس کے لیے موبائل بھجوایا اور اس نے شمع سے چھپا کر کمرے میں ہی رکھ لیا...... فاران کو لائبہ نے جب سنبل کی اس حرکت کا بتایا تو وہ بہت محظوظ ہوا۔ دونوں بہن، بھائی اس کی دیدہ دلیری کا مذاق اڑاتے رہے۔

فاران اس کے خوابوں میں نئے رنگ بھرنے والا پہلا شخص تھا۔ وہ اس کے خیالات میں اس کی محبت میں اس بری طرح غرق ہو چکی تھی کہ اب اس کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی محال تھا۔

اس وقت بھی رات کے بارہ بج رہے تھے اور سنبل، فاران کے ساتھ میسج پر بات کر رہی تھی۔ اچانک ہی دروازے پر دستک کے ساتھ شمع کی آواز سنائی دی۔

''سنبل بیٹا! سو گئیں کیا؟''

اس نے تیزی سے موبائل تکیے کے نیچے چھپا دیا...... پھر دوپٹا درست کر کے دروازہ کھولا تو سامنے ہی وہ دودھ کا گلاس لیے کھڑی تھیں۔ سنبل کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

''دودھ لے کے آئی تھی۔''

اس نے جلدی سے دودھ کا گلاس پکڑا اور ایک منٹ میں خالی کر دیا۔ شمع اس کی پھرتی پر حیران رہ گئیں۔

''سو گئی تھیں کیا......؟''

''جی مجھے تو کافی دیر ہو گئی تھی سوئے ہوئے۔'' اس کا چہرہ اور آواز کی تازگی جھوٹ کی چغلی کھا رہے تھے۔ شمع بنا کچھ بولے پلٹ گئیں۔ سنبل جس طرح دروازے پر اڑ کے کھڑی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ انہیں اپنے کمرے میں بلانے کے موڈ میں نہیں ہے۔

''اوکے سو جاؤ، میں ذرا نبیل کو بھی دودھ دے دوں۔''

نبیل، سنبل سے بارہ سال چھوٹا...... شمع اور اسرار صاحب کی اکلوتی اولاد تھا۔ اسی حساب سے وہ ان دونوں کا بے حد لاڈلا تھا۔ سنبل اپنے بھائی سے بھی خار کھاتی تھی۔

حالانکہ لاڈلا ہونے کے باوجود شمع نے اس کی تربیت کے لیے بھی وہی اصول وضوابط لاگو کررکھے تھے جو سنبل کے لیے تھے۔ لیکن سنبل کو یہ بات کون سمجھاتا۔

''کیا ہوا کہاں رہ گئی تھیں؟'' دروازہ لاک کر کے اس نے تکیے کے نیچے سے سیل فون نکالا تو فاران کے ان گنت پیغامات اس کے منتظر تھے۔

''کچھ نہیں...... امی تھیں...... دودھ لے کر آئی تھیں۔''

''اس عمر میں بھی وہ تمہیں بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہیں، تم مانو یا نہ مانو...... وہ آنے بہانے تمہارے کمرے میں چھاپے مارتی ہیں کہ کہیں تم کوئی غلط کام تو نہیں کر رہیں۔''

''ہاں مجھے پتا ہے، وہ مجھے کوئی بہت ہی بدکردار اور چھچھوری لڑکی سمجھتی ہیں۔ حالانکہ اس کمرے میں غلط کام کرنے کے لیے... نہ کمپیوٹر ہے، نہ نیٹ اور نہ ٹی وی...... یہ فون بھی آپ نے بھجوا دیا...... ورنہ میں تو آپ سے بات کرنے کو ترس جاتی۔'' حسبِ عادت اور حسبِ معمول اس نے ذکر چھڑتے ہی شمع کے خلاف زہر اگلا...... اور فاران اس کی بے وقوفوں والی بات پر دل ہی دل میں ہنس دیا۔ کیونکہ اگر اس میں ذرا بھی عقل ہوتی تو وہ خود ہی جان لیتی کہ رات گئے کمرے میں گھر والوں سے چھپ کر کسی لڑکے سے باتیں بھگارنا کسی باکردار لڑکی کا کام نہیں ہوسکتا۔ چاہے وہ کزن ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی حرکات، چھچھورے پن کے دائرے میں ہی داخل ہوتی ہیں۔

اس نے یہ تک نہ سوچا کہ شمع اگر مجھے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہیں تو اس میں عجیب یا برا کیا ہے۔ آخر کو میں ان کی بچی ہی ہوں لیکن سنبل کی آنکھوں پر بندھی ان کی عداوت کی پٹی اتنی دبیز تھی کہ وہ اس دبیز پٹی کی سیاہی کے پیچھے سے شمع کی شخصیت کی اچھائیاں دیکھنے سے قاصر تھی۔

دوسری طرف فاران، شمع کے خلاف سنبل کے اس طرح بولنے پر ہمیشہ خوش ہوتا تھا۔ کیونکہ فاران وہ پہلا اور شاید آخری شخص تھا جس کی گھر میں وقت بے وقت آمد پر شمع نے اپنی شادی کے فوراً بعد ہی پابندی لگادی تھی۔

''فاران اب بچہ نہیں ہے، بڑا ہورہا ہے اور سنبل بھی بڑی ہورہی ہے۔ سمجھدار تو ماشاء اللہ وہ ہے ہی ایسے میں فاران کا گھر میں ہروقت آنا جانا ٹھیک نہیں۔ اس عمر میں لڑکے ویسے بھی بہت جلد باز اور جذباتی سے ہوجاتے ہیں۔ ان میں جذباتیت اور نادانی اپنے عروج پر ہوتی ہے۔'' اسرار صاحب، بیوی کی معاملہ فہمی کے فوراً ہی قائل ہوگئے تھے۔ شگفتہ نے البتہ بھاوج کی غیر موجودگی میں فاران اور اپنی بیٹیوں صدف، لائبہ اور لبنیٰ کے سامنے بہت واویلا کیا۔

''لو بھئی...... اب تم لوگ اکلوتے ماموں سے بھی گئے۔ دیکھا آتے ہی کیسی راجدھانی سنبھالی ملکہ عالیہ نے...... خیر سے اب بھانجا اپنے ماموں کے گھر بھی غیروں کی طرح وقت اور اجازت لے کر جائے گا اور وہ بھی گھر والوں کے ساتھ۔'' انہوں نے اپنے بھائی کو بھی اس معاملے میں گھسیٹا تھا۔

''میں پوچھتی ہوں بھائی جان...... کیا میرا بچہ کوئی غنڈا موالی یا بدمعاش ہے جسے گھر آنے سے منع کردیا بیگم صاحبہ نے۔''

''ارے بھئی گھر آنے سے نہیں بلکہ میرے آفس ٹائم میں آنے سے منع کیا ہے۔'' وہ جز بزسے ہوگئے۔ اب بہن سے وہ باتیں کہہ کر انہیں اپنی شامت تو نہیں بلوانی تھی۔ لیکن بات جب شمع کے سامنے آئی تو وہ خاموش نہ رہ سکیں۔

''میں نے کوئی غلط تو نہیں کی آپا...... بلکہ اگر دیکھیں تو میں نے دونوں بچوں کی بھلائی کے لیے کہا ہے۔'' انہوں نے اتنے مدلل انداز میں اپنا نقطۂ نظر پیش کیا کہ شگفتہ قائل ہوئیں یا نہیں...... مگر خاموش ضرور ہوگئیں...... البتہ فاران کے دل میں شمع کے لیے ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے برائی آگئی۔ کیونکہ وہ اپنے ماموں کے گھر صرف وقت گزارنے نہیں جاتا تھا۔ وہ بہانے، بہانے سے اسرار صاحب سے پیسے مانگتا رہتا......

اسرار صاحب بھی اکلوتے بھانجے کی محبت میں بھی منع نہیں کرتے، ان کا کمپیوٹر آن کر کے گھنٹوں گیم کھیلتا' کبھی کبھی بغیر پوچھے ان کے سامنے ہی ان کے فون سے کال ملا لیتا اور اپنے دوستوں سے لمبی، لمبی باتیں کرتا شمع صرف اسرار صاحب کے لحاظ میں اس کی حرکتیں برداشت کرتیں لیکن انہوں نے نوٹ کیا کہ فاران اکثر سنبل سے کام کرواتا، کبھی پانی منگواتا، کبھی اسے زبردستی گیم میں اپنا حریف بنا کر کھیلتا، اسے پڑھائی کے دوران اٹھا کر کبھی چائے تو کبھی شربت کی فرمائشیں......

پھر ایک دن تو حد ہی ہوگئی۔ جب انہوں نے فاران کو لاؤنج کے صوفے پر پاؤں پسارے دیکھا یہ منظر ان کے نیا نہیں تھا لیکن ہاں کچھ اور نیا ضرور تھا۔ سنبل کی وہاں موجودگی اور وہ حرکت جو وہ مجبوراً کر رہی تھی۔

فاران اس سے اپنے پیر دبوا رہا تھا غالباً وہ کرکٹ کھیل کر آیا تھا۔ پسینے میں شرابور ہو کر اس نے اپنی ٹی شرٹ اتار کر دور اچھال دی تھی۔ سنبل مجبوراً زمین پر بیٹھی اس کی آڑھی ترچھی پھیلی ٹانگیں دبا رہی تھی۔

اس منظر نے تو شمع کے اندر غصے کی ایک لہر دوڑا دی تھی۔ انہوں نے نہ صرف سنبل کو ڈانٹا بلکہ فاران کو بھی ہر وقت منہ اٹھا کر چلے آنے سے منع کر دیا۔

وہ دن تھا اور آج کا دن فاران نے ہمیشہ سنبل کے دل میں اس کی ماں اور اپنی ممانی کے خلاف برائی ڈالی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سنبل ان سے اس حد تک دل برگشتہ تھی۔

☆☆☆

وقت کا پہیا شب و روز کو اوپر تلے روندتا ہوا گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ دو سال اور گزرے اور اس نے انٹر میڈیٹ کا ایگزام اچھے نمبروں سے پاس کرلیا۔ شمع چاہتی تھیں کہ وہ آگے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لے...... لیکن اس نے محض ان کی ضد میں آگے پرائیویٹ امتحان دینے کا ارادہ کرلیا...... ابا نے بھی

غزل

فقط تجھ سے عہدِ وفا چاہتے ہیں
محبت میں ہم اور کیا چاہتے ہیں

یہاں ہیں کئی آرزو مند اپنے
مگر ہم وفا آشنا چاہتے ہیں

ذرا سی جگہ اپنے قدموں میں دینا
کہ ہم اِک ترا آسرا چاہتے ہیں

یہ کہنے کو گھر ہے مگر بے اماں ہے
کہ ہم سر چھپانے کو جا چاہتے ہیں

مرے دل کو بہلا کے باتوں میں اپنی
اندھیرے میں روشن دیا چاہتے ہیں

کلام: ہما بیگ، کراچی

بہت کہا کہ اچھے خاصے سائنس کے مضامین چھوڑ کر آرٹس لینا بے وقوفی کے سوا اور کچھ نہیں...... لیکن اس کا تو اپنا دل ہی پڑھائی سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ وہ تو اب ہر وقت بس فاران سے شادی کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ حالانکہ ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی۔ لیکن فاران نے اپنی لچھے دار باتوں سے اسے اس طرح اپنے بس میں کر لیا تھا کہ وہ اسی کی آنکھوں سے دیکھتی اور اسی کے دماغ سے سوچتی تھی۔

پرائیویٹ امتحان بھی وہ مارے باندھے ابا کی وجہ سے دے رہی تھی ورنہ بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اُڑ کر فاران کے پاس پہنچ جائے۔

ان ہی دنوں اسرار صاحب کے ایک دوست کے یہاں سے اس کا پروپوزل آ گیا...... خاندان اچھا تھا۔ شکل صورت اچھی، نوکری اچھی، سب کچھ اچھا ہی اچھا تھا...... اسرار اور شمع سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ سنبل کی جان پر بن گئی۔

اس نے اسی رات فاران کو فون کیا لیکن اس نے ریسیو نہیں کیا۔ وہ اور اس کے بعد اس نے کتنی بار کال کی لیکن وہ پتا نہیں کہاں مصروف تھا کہ روز ایک بیل پر فون اٹھانے والا لمحے بھر میں اس کے میسج کا جواب دینے والا جانے کون سے اہم کاموں میں مصروف تھا۔ سنبل کے دل کو پنکھے لگ گئے۔ اس نے دھڑا دھڑ کئی میسج کر ڈالے لیکن دوسری طرف ہنوز خاموشی تھی۔

کافی دیر وہ یونہی بے چینی سے کمرے میں پھرتی رہی پھر اسے خیال آیا۔ ابا نے پھپو کو بلا کر اس پروپوزل کے بارے میں بتایا تو تھا۔ یقیناً فاران کو بھی پتا چل گیا ہوگا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ وہ اس قدر خاموش تھا۔

اس کا دل ایک دم ڈوب سا گیا۔

☆☆☆

تین دن بعد اس کی فاران سے بات ہوئی اس نے جو بات سنبل کو بتائی اسے سن کر وہ ہکا بکا رہ گئی۔

''امی نے پروپوزل کا سنتے ہی میرے اور تمہارے بارے میں بات کی تھی لیکن وہ تمہاری والدہ محترمہ ہیں ناں انہوں نے فوراً ہی انکار کر دیا۔''

''کیا...... واقعی......؟'' اسے حد درجے حیرت نے آگھیرا۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے اپنے گھر میں اس کی موجودگی میں ہی اس کے بارے میں اتنے بڑے فیصلے کر لیے جائیں گے اور خود اسی کو خبر نہیں ہوگی۔

وہ سوچ، سوچ کر کڑھتی رہی اور انتظار کرتی رہی کہ کب شمع اس سے اس بارے میں بات کرنے آئیں اور وہ انہیں کھری، کھری سنائے اور صاف کہہ دے کہ وہ فاران کے علاوہ کسی اور سے ہرگز شادی نہیں کرے گی لیکن اس کے کچھ بھی کہنے کی نوبت نہیں آئی۔

ایک شام آفس سے واپسی پر چائے کے بعد اسرار صاحب نے اسے کمرے میں بلایا اور اس کا رشتہ طے ہو جانے کی خوش خبری اسے سنائی۔ وہ ہکا بکا جہاں کی تہاں بیٹھی رہ گئی۔

شمع بہت غور سے اس کے چہرے کے تاثرات جانچ رہی تھیں۔ اسرار بھی اس کی خاموشی اور سنجیدگی پر کچھ حیران ہوئے۔ اپنے تئیں انہوں نے اسے خوش خبری سنائی تھی لیکن اس کے چہرے پر خوشی کے تو کوئی آثار نہیں تھے البتہ گھبراہٹ صاف واضح تھی۔

''کیا بات ہے میری بیٹی کچھ پریشان ہو گئی؟''

''جی...... جی ابا......'' اس سے مارے دکھ کے بات کرنی مشکل ہو گئی۔ اس نے کب سوچا تھا کہ اتنی آسانی سے اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور وہ بھی اس کے علم میں لائے بغیر......

''کیوں...... اس میں پریشانی والی کیا بات ہے بیٹا! یہ موڑ تو ہر لڑکی کی زندگی میں آتا ہی ہے۔ تم اس سب سے انجان تو نہیں...... ایک نہ ایک دن آخر تمہیں یہ گھر چھوڑ کر......'' ابا کی بات ادھوری رہ گئی۔ سنبل ایک دم ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔

''ارے، ارے کیا ہوا...... سنبل بیٹا۔'' شمع نے ایک دم اٹھ کر اسے خود سے لگا لیا۔ وہ اسی طرح روتی

رہی۔ ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ اس عورت کو دور دھکا دے، دے مگر یہ ممکن نہیں تھا کیونکہ ابا سامنے بیٹھے تھے۔ شاید ابا وہاں نہ ہوتے تو وہ یہ بھی کر گزرتی۔

شمع نے اسے پیار کیا پھر اٹھ کر اس کے لیے پانی لے کر آئیں۔ وہ گلاس ہاتھ میں لے کر بیٹھی سوں، سوں کرتی رہی...... لیکن پانی پیا نہیں۔

''کوئی مسئلہ ہے، کوئی بات ہے، کوئی پریشانی ہے تو ہم سے کہو بیٹا...... ہم تمہارے ماں، باپ ہیں کوئی غیر تو نہیں ہیں۔''

''ابا بس...... میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' بہت جھجک کر رکتے، رکتے وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

''ارے بس اتنی سی بات...... تو بھئی کس نے کہا ہم ابھی فوراً ہی تمہاری شادی کر دیں گے۔ سال دو سال تو......''

''ابا میں شادی ہی نہیں کرنا چاہتی۔ نہ ابھی نہ آگے کبھی...... کبھی بھی نہیں، میں ہمیشہ آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔'' اس کا گلا رندھ گیا۔ (کاش ابا سمجھ لیں کہ وہ کتنی مشکل میں ہے) رات سوئے اتفاق فاران کا فون خود ہی آگیا۔ اس نے فی الفور پوری بات اس کے گوش گزار کر دی۔ اسے بے تحاشا حیرت ہوئی جب فاران نے جواب میں کوئی بے تابی یا بے چینی دکھانے کے بجائے چپ سادھ لی۔

''کیا ہوا...... فاران! تم چپ کیوں ہو گئے؟''

کافی دیر تک جب وہ کچھ نہ بولا تو بالآخر بے چین ہو کر سنبل نے ہی پوچھ لیا۔

''سوچ رہا ہوں یہ جو مشکل کھڑی ہو گئی ہے اس کا کیا حل نکلے گا۔''

''کیا حل نکلے گا تم سیدھے، سیدھے پھپو کو بھیج دو ابا کے پاس...... اور اس کے علاوہ کیا حل نکل سکتا ہے۔''

''ہونہہ...... بھیجا تو تھا ماموں کے پاس، ممانی نے کورا جواب دے دیا تھا۔ وہ پھر سے انکار کر دیں گی۔ ایک کام ہو سکتا ہے۔'' وہ رک، رک کر بولا۔

''کیا...... کیسا کام؟'' ادھر اتنی ہی بے تابی تھی۔

''تم ایسا کرو فی الحال اس منگنی کو ہو جانے دو۔''

''کیا......؟'' سنبل حیرت اور صدمے سے چیخ ہی پڑی۔ ''کیا کہہ رہے ہو تم۔''

''آہستہ بولو، کوئی سن لے گا، چلا کیوں رہی ہو...... دیکھو میں تمہارے بھلے کے لیے ہی کہہ رہا ہوں۔ اس طرح مجھے امی کو منانے کا ٹائم مل جائے گا۔ ایکچوئیلی مامی نے جس طرح انہیں انکار کر دیا اس سے انہیں بہت انسلٹ فیل ہوئی ہے۔ وہ اتنی جلدی دوبارہ آنے لیے رضامند نہیں ہوں گی۔ تم منگنی کر لو...... ماموں کو دو سال کے لیے شادی سے منع کر دو اس طرح تمہارے لیے آنے والے پرپوزلز کا راستہ بند ہو جائے گا۔ اور مجھے امی کو دوبارہ بھیجنے کے لیے وقت مل جائے گا۔'' فاران غیر مستقل بنیادوں پر جو حل اس کے سامنے رکھ رہا تھا وہ ناقابلِ قبول ہوتے ہوئے بھی اسے قبول کرنا ہی تھا۔

اس نے امی اور ابا کی رضا پر سر جھکا دیا۔ ہلکی پھلکی دھوم دھام سے اس کی منگنی کر دی گئی۔ شادی حسبِ وعدہ دو سال بعد جب وہ گریجویشن کر لیتی تو ہونا قرار پائی۔

اس کے دل میں ایک مستقل بے یقینی اور بے چینی کی سی کیفیت نے ڈیرے ڈال لیے۔ اس کے دل سے شمع کے لیے رہی سہی انسیت بھی جاتی رہی۔ کیونکہ فاران نے اسے بتایا تھا اس کے پرپوزل پر سب سے پہلے انکار کرنے والی وہی تھیں۔

پڑھائی سے اس کی دلچسپی مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی لیکن منگنی کو دو سال تک کھینچنے کے لیے پڑھائی کا بہانہ ضروری تھا ورنہ ابا شاید فوراً ہی اس کی شادی کا سوچنے لگتے۔

فاران کا فون بہت کم آتا۔ اس نے میسجز کرنا بھی تقریباً چھوڑ رکھے تھے۔ ایک دو بار بات ہوئی تو اس نے جاب کی مصروفیت کا بہانہ بنا دیا۔ اس کی ترقی ہونے والی تھی۔ اور وہ جلد از جلد پروموشن کے لیے دن رات محنت میں لگا ہوا تھا۔ ایسے میں رات دیر گئے تک

کام کر کے آنے کے بعد اس میں اتنی ہمت نہیں بچتی تھی کہ وہ سنبل سے دیر تک باتیں کرے۔

سنبل ہر بات کی طرح اس کی اس بات پر بھی ایمان لے آئی۔ پھر جب کئی دن فاران سے بات نہیں ہو سکی تو اسے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ آج وہ پردیس میں اتنی جان توڑ محنت آخر اسی کے لیے تو کر رہا تھا تاکہ آئندہ وہ سنبل سے رشتے کی بات کرے تو ماموں، مامی کے پاس انکار کی کوئی وجہ نہ ہو...... کیونکہ اسی نے سنبل کو بتایا تھا کہ شمع نے فاران کی نوکری اور کم آمدنی کو بنیاد بنا کر اس کے رشتے سے انکار کیا تھا۔ اب وہ واپس آ کر پاکستان میں اپنا بزنس شروع کرنے کی نیت سے پیسے جوڑ رہا تھا۔

☆☆☆

دو، دو پل کر کے دو سال گزر ہی گئے۔

فاران نے ایک بار بھی پاکستان کا چکر لگایا...... نہ پھپو کو اس کے رشتے کے لیے ان کے یہاں بھیجا...... ہاں لیکن ان کی اور لائبہ، لبنیٰ کی آمد دوسرے سلسلوں میں خوب رہی...... ایک بار وہ لائبہ کی بات پکی ہونے کی مٹھائی لے کر آئیں...... اس کے رشتے کا سلسلہ گھر میں کافی دنوں سے چل رہا تھا۔ ابا نے ہی چھان بین کروائی اور معاملہ او کے کر دیا تھا۔ دوسری بار لائبہ کی شادی کی تاریخ کی مٹھائی لے کر آئیں۔ ایک بار اس کی شادی کے سلسلے میں کچھ رقم کی ضرورت تھی۔ ایک مرتبہ یونہی ملنے ملانے پھر ایک دن وہ لبنیٰ کی منگنی کی مٹھائی۔

ہر بار پھپو کی آمد پر اس کے دل میں امید بندھتی کہ شاید اس بار وہ اس کی اور فاران کی بات کریں لیکن وہ دنیا جہان کی باتیں کرتیں۔ فاران کا بھی تذکرہ چھڑ جاتا...... وہ وہاں کتنی محنت کر رہا تھا اور پھر بھی اسے اس کی محنت کا مطلوبہ صلہ مل کے نہیں دے رہا تھا۔ لوگ تو باہر جاتے ہی ڈالروں میں کھیلنے لگتے ہیں وغیرہ وغیرہ......

نہ وہ گھر کے کاموں میں دلچسپی لیتی...... نہ چھوٹے بھائی میں جو اسی کی طرح گھر میں کسی بہن بھائی کی محبت کو ترس گیا تھا۔ نتیجتاً اس نے گھر سے باہر دوست بنا لیے تھے۔ گھر میں بند رہنے کے لیے سنبل تھی جو سارا، سارا دن نہ جانے کسی سوچوں میں ڈوبی رہتی۔ نہ اسے اپنا ہوش تھا نہ اپنے منگیتر کا...... جس نے دو سال میں بے شمار مرتبہ اس سے بات کرنے کی کوشش کی اور وہ مخل ہوں، ہاں سر میں درد اور تھکن کا بہانہ کر کے رہ گئی۔

بی اے کے امتحانوں سے فراغت پاتے ہی ابا کو اس کی شادی کا خیال آ گیا...... دو سال کا عرصہ مکمل ہو چکا تھا۔ اِدھر اور سسرال میں دونوں جگہ تیاریاں عروج پر تھیں اور وہ پاگلوں کی طرح فاران سے رابطہ کرنے کی کوشش میں لگی رہتی۔

☆☆☆

اُدھر فاران جانے کون سی مصروفیات میں گم تھا کہ نہ تو سنبل کا کوئی فون اٹینڈ کرتا نہ ہی کوئی میسج کرتا...... ایسے ہی ایک دن جب پورا دن لگا کر اس نے بیسیوں بار فاران کو کالیں کیں اس کو لاتعداد میسج بھیجے تب کہیں جا کے اس نے رات کو گیارہ بجے کال اٹینڈ کی اور بے حد جلدی میں اس کی بات سن کر فون بند کر دیا۔

سنبل جہاں کی تہاں بیٹھی رہ گئی...... نہ فاران نے توجہ سے اس کی بات سنی تھی نہ دھیان دیا تھا۔ تو پھر جواب دینا یا کوئی تسلی آمیز بات ہی کرنا تو بہت دور رہا۔

''آخر...... آخر فاران میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ کیا وہ مجھ سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔'' تین دن ان ہی الٹی سیدھی سوچوں میں گزر گئے۔

ایک دن بعد شام میں اس کے سسرال والوں کو شادی کی تاریخ لینے کے لیے آنا تھا۔ شمع اسی سلسلے میں کی گئی شاپنگ اسے دکھانے آئی تھیں۔ جب اس کی غیر معمولی سنجیدگی اور خاموشی انہیں چونکا گئی۔

''کیا بات ہے سنبل...... اب کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ سارا، سارا دن کمرے میں بند رہتی ہو، کیا خود سے ہی باتیں کرتی رہتی ہو۔'' انہوں نے یونہی ایک بات کی تھی لیکن وہ چور سی بن گئی۔

''نہیں، نہیں...... میں کیوں کروں گی خود سے باتیں ما...... آپ نے کیا میری آواز سنی تھی۔'' وہ ایک دم گھبرا کر پوچھنے لگی۔

''نہیں بھئی...... میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔ اچھا یہ سوٹ دیکھو کیسا ہے۔ کلر کامبی نیشن بالکل تمہاری پسند کا ہے اور......''

''امی پلیز...... ہٹائیں اسے مجھے نہیں دیکھنا۔'' وہ اچانک ہی بیزار ہوگئی۔

''لیکن کیوں بیٹا......''

''بس......'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے۔

''کل تمہارے سسرال والے آرہے ہیں...... کل ہی پہننا ہے، اس لیے دکھا رہی تھی۔''

''کل...... کیوں آرہے ہیں وہ لوگ...... اور کس قدر فارغ لوگ ہیں۔ جب دیکھو منہ اٹھا کر چلے آتے ہیں۔ مفت خورے......''

''سنبل! ہوش میں ہو تم یہ کس طرح بات کررہی ہو اپنے...... وہ آئندہ تمہارا ہونے والا گھر ہوگا۔''

''اور پلیز آپ ختم کریں یہ روایتی ڈائیلاگ...... مجھے نہیں کرنی کوئی شادی وادی کسی سے بھی۔''

''تم کیوں اس طرح کی باتیں کررہی ہو سنبل! کیا تمہاری سیف سے کوئی بات ہوئی ہے۔''

''سیف......؟'' وہ بے ساختہ ''کون سیف......'' پوچھتے، پوچھتے رک گئی۔ اسے یاد آگیا تھا کہ یہ اس کے منگیتر کا نام تھا۔

''نہیں...... اس سے بھلا کوئی بات کیا ہوگی۔ میری اور ان کی تو آپس میں بات ہوتی ہی نہیں۔''

شمع اسے کھوجتی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر شدید بیزاری رقم تھی۔

''سب ٹھیک ہے ناں سنبل بیٹے...... تم خوش تو ہو ناں اس منگنی سے، اس رشتے سے۔'' اس نے جھنجلا کر گہری سانس لی۔

''میں امی، میں بس...... تھوڑا ٹائم چاہتی ہوں۔ اس رشتے کے لیے خود کو تیار......''

''اور کتنا وقت چاہیے تمہیں...... دو سال تو ہوگئے ہیں۔ وہ لوگ اب اور انتظار نہیں کریں گے۔'' شمع کو اس کی ہر بات اور اسے اور الجھائی جارہی تھی۔

''امی میں......! میں سیف سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' بالآخر اس نے ان سے حتمی بات کرنے کا ارادہ کرہی لیا۔ شمع ہکا بکا رہ گئیں۔

''کیا کہا تم نے...... ذرا پھر سے کہنا۔'' انہیں لگا انہیں سننے میں مغالطہ ہوا ہے۔

''آپ نے ٹھیک سنا ہے امی...... میں سیف سے نہیں، فاران سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔'' شمع کے پیروں تلے سے زمین سرکنے لگی۔ ان کے اندر ایک لفظ بولنے کی طاقت نہیں بچی...... وہ چند لمحے یونہی اسے دیکھتی رہیں۔ پھر کمرے سے باہر چلی گئیں۔

سنبل نے ان کے جاتے ہی ایک گہری سانس لے کر خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی...... پھر اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ اس کی ہتھیلیاں نم ہورہی تھیں۔

☆☆☆

رات میں ہی ابا کے کمرے میں اس کی طلبی ہوگئی۔ وہ جانتی تھی یہ وقت تو آنا ہی تھا مگر...... مشکل یہ تھی کہ اس سلسلے میں فاران سے بات کیے بغیر وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

''ابا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے امی سے صرف یہ کہا تھا کہ میں سیف سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ یہ مجھ سے وجہ پوچھنے لگیں تو فوری طور پر میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا، اس لیے میں نے فاران کا نام لے لیا...... ورنہ...... ورنہ ایسی کوئی بات نہیں...... فاران کو تو پتا تک نہیں ہے کہ میں......''

وہ خود جانتی تھی اس کی دلیل کتنی لولی لنگڑی تھی۔ اسرار صاحب کافی دیر خاموش رہے۔ وہ سر جھکائے اپنے لب کاٹتی رہی۔

''میں ذرا نبیل کو دیکھ لوں......'' شمع نے جان بوجھ کر ان باپ، بیٹی کو تنہائی میں سکون سے بات کرنے

کا موقع دیا اور وہاں سے اٹھ گئیں۔

''کیا یہی سچ ہے جو تم کہہ رہی ہو۔''
اب شمع کمرے میں نہیں تھیں۔ وہ کھل کر اپنی بات کہہ سکتی تھی۔ لیکن یہ اتنا بھی آسان نہ تھا۔

''جی......جی ابا......''

''تو پھر تم نے اپنی امی سے یہ کیوں کہا کہ تمہیں سیف سے شادی نہیں کرنی۔''

''بس میرا شادی کرنے کو دل نہیں چاہتا۔''

ابا گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے بولنے کا انتظار کرتے، کرتے اٹھ کر باہر نکل آئی۔ سامنے لاؤنج میں نبیل بیٹھا دودھ پی رہا تھا۔ شمع اس کا سر سہلا رہی تھیں۔ اسے باہر نکلتے دیکھا تو عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ لیکن سنبل ان کو لفٹ ہی کب کرواتی تھی۔ جو اُن کی نظروں کا نوٹس لیتی۔

☆☆☆

ابا نے جانے کیا کہا کہ اس کے سسرال والے ایک ہفتے بعد آنے پر رضا مند ہو گئے۔ اس نے سکون کی سانس لی۔ یہ سکون عارضی تھا مگر اس کے لیے غنیمت تھا۔ وہ اس امید میں تھی کہ اس ہفتے فاران سے ضرور بات ہو جائے گی۔

ایک شام بالکل اچانک لائبہ چلی آئی اور آتے ہی سیدھی اس کے کمرے میں آ گئی۔

''لائبہ تم......اس طرح اکیلی......'' وہ حیران ہی تو رہ گئی۔

''ہاں، تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' اس کا انداز اور لہجہ بہت اکھڑا ہوا سا تھا۔

''کیا بات کرنی ہے بیٹھو......''

''میں بیٹھنے نہیں، یہ کہنے آئی ہوں کہ تم فاران کا پیچھا چھوڑ دو۔''

''کیا......؟'' وہ دھک سے رہ گئی۔

لائبہ نے اتنی غیر متوقع بات اس قدر دھڑلے اور اچانک سے کی تھی۔ وہ بھی کھلم کھلا اس نے ہڑبڑا کر جلدی سے کمرے کا دروازہ لاک کیا۔

''ہاں، میری سسرال بہت پیسے والی ہے۔ وہ میرے بدلے فاران کو اپنا داماد بنانا چاہتے ہیں گھر میں سب راضی ہیں، بہتر ہو گا کہ اب تم بھی سنبھل جاؤ۔''
اس کے انداز میں اس قدر حقارت اور بے گانگی تھی کہ سنبل کی آنکھیں بے ساختہ نم ہو گئیں۔

''تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں خود ہی ان کے پیچھے لگ گئی ہوں حالانکہ......''

''حالانکہ قصور وار میرا بھائی بھی ہے، میں جانتی ہوں لیکن اب وہ اس سارے تماشے کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ میں اسی لیے تم سے کہنے آئی ہوں۔''

''تماشا...میری محبت تماشا بن گئی؟'' اس نے دل میں سوچا۔

''تم کیوں کہنے آئی ہو......اگر وہ مجھ سے اتنے ہی تنگ آ گئے ہیں تو خود کہیں ناں......'' پھر اس نے بھی تڑخ کر بات کی۔

''خود کہے گا تو تمہیں زیادہ تکلیف ہو گی۔''

''تم میری تکلیف کی پروا مت کرو، اسے کہو ہمت ہے تو خود بات کرے مجھ سے۔'' اس کی آواز بھرّا گئی۔ اس نے خود کو ضرورت سے زیادہ ہی بہادر بنا کر پیش کیا تھا مگر اب اور نہیں......وہ تیزی سے واش روم میں گھس گئی اور جب منہ دھو کر واپس آئی تو لائبہ جا چکی تھی۔

اس کا دل اتنا دُکھا ہوا تھا کہ وہ یہ تک نہ پوچھ سکی کہ اتنی جلدی جانا تھا تو آئی کیوں تھی۔ شمع اسے ان ہی عجیب سی نظروں سے گھور رہی تھیں۔ جن سے اسے الجھن ہو رہی تھی۔

☆☆☆

''تمہارے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سیف کے گھر والے آنے کا کہہ رہے ہیں، بہتر ہو گا کہ اگر تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں تو تم اپنے ابا کو خوش نظر آؤ۔ وہ تمہاری طرف سے بہت فکر مند ہیں۔ تم جانتی ہو ناں......ان کا بی پی شوٹ کر جاتا ہے ٹینشن سے اور تم نے فاران کا نام لے کر انہیں اچھی خاصی

ٹینشن دے دی ہے۔'' شمع اس سے بہت سخت لہجے میں بات کر رہی تھیں۔ وہی لہجہ جو اپنی بات منوانے کے لیے اپنا لیتی تھیں۔

''کاش آپ میری سگی ماں ہوتیں...... تو آج مجھے یہ سب نہ کہہ رہی ہوتیں۔''

''کیوں؟ ایسا کیا برا کہہ دیا میں نے تم سے۔ وہی بات کی ہے جو ایک ماں کو کرنی چاہیے کہ اپنے باپ کی تکلیف میں اضافہ مت کرو...... اور کیا۔'' وہ تنک گئیں۔

اس لڑکی نے ہمیشہ ہی انہیں مشکل میں ڈالے رکھا تھا۔ اب بھی فاران کا نام لے کر اس نے پہلے شمع اور پھر اپنے ابا کو پریشان کیا...... بعد میں صاف مکر گئی...... اسرار صاحب کے سامنے شمع کو شرمندگی ہوئی حالانکہ انہوں نے کچھ جتایا نہیں تھا۔

''اور یہ لائبہ کیوں آئی تھی اس دن؟'' انہوں نے اچانک سوال کیا سنبل اس سوال کے لیے تیار نہیں تھی۔ گڑبڑا سی گئی۔

''بس یونہی آئی تھی۔ ذرا دیر بیٹھی اور بس......''

''اگر اتنی سی دیر کے لیے آئی تھی تو فاران کو باہر سے ہی کیوں ٹہلا دیا تھا اس نے؟'' سنبل کے اوپر کوئی بم سا پھٹا۔

''کیا...... فاران؟...... فاران......؟'' اس سے آگے بولا ہی نہیں گیا۔

''ہاں فاران چھوڑنے آیا تھا اسے...... کیوں کیا ہوگیا؟''

سنبل جواب دینے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ اس کی رنگت فق ہو چکی تھی اور دماغ اپنے ٹھکانے پر نہیں تھا۔ شمع الجھی، الجھی سی اسے دیکھتی رہیں۔ پھر بڑبڑاتی ہوئی پلٹ گئیں۔

وہ اس لہجے اور اس انداز میں سنبل سے بات نہیں کرتی تھیں لیکن سنبل نے انہیں بے حد ستا کر رکھ دیا تھا۔

☆☆☆

وہ زندگی میں پہلی بار یوں بہانہ بنا کر گھر سے نکلی

تھی۔ اس نے شمع سے مارکیٹ جانے کے لیے کہا تھا۔ اور یہ بھی کہ وہ نبیل کو ساتھ بھیج دیں۔ شمع ایک روز بعد آنے والے سسرالیوں کے لیے تیاریوں میں مصروف تھیں۔ اس لیے زیادہ مباحثے کے بغیر انہوں نے نبیل کو اس کے ہمراہ کر دیا۔

''دیکھو نبیل، میں ذرا دیر کے لیے پھپو کے گھر جاؤں گی۔ تم پلیز امی کو اس بات کا پتا مت لگنے دینا۔'' اس نے بے حد رازدارانہ انداز میں اسے سمجھایا تھا۔

نبیل محض سر ہلا کر رہ گیا۔ سنبل دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کرنے لگی۔ اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں تھی کہ نبیل واقعی اپنا منہ بند رکھے گا۔ ماں سے سامنا ہوتے ہی یا بعد میں باتوں، باتوں میں ان کو بتا دے گا کہ سنبل جھوٹ بول کر......

''فاران پاکستان میں موجود ہے، اور مجھے خبر تک نہیں۔'' جتنی بھی حیرت کی جاتی کم ہی ہوتی۔ کل تک اس کے ساتھ گھنٹوں باتیں کرنے والا اسے اپنے ساتھ شادی، محبت کے خواب دکھانے والا آج اتنا بیگانہ کیوں بن گیا تھا۔ آخر کیا وجہ ہوئی کہ وہ اس قدر بدل گیا...... ''اور یہ لائبہ کیا کہہ رہی تھی...... کیا فاران خود اسے گھر تک چھوڑنے آیا یہ...... یہ سب کہنے کے لیے...... اف میرے اللہ......''

اس کا دل کوئی بار، بار دھڑکتے سے روک کر مٹھی میں بھینچ لیتا...... سانس گھٹنے لگتی اور وہ بے طرح بے چین ہو جاتی۔ نبیل اتنا بھی نا سمجھ بچہ نہیں تھا...... وہ بغور سنبل کی بے چین کیفیت نوٹ کر رہا تھا۔ لیکن اپنے سے دس سالہ بڑی باجی سے اس کبھی اتنی بے تکلفی نہیں تھی کہ وہ کوئی بھی سوال کر سکتا۔

''تم اِدھر رکشے میں ہی بیٹھو...... میں ابھی آتی ہوں۔''

وہ صرف فاران کو اپنی شکل دکھانے آئی تھی۔ یہ جتانے کے لیے پاکستان آنے کی جو خبر وہ اس سے چھپانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے علم میں آ چکی ہے۔ وہ واقعی نا سمجھ اور معصوم لڑکی تھی۔ شمع نے اس کی پرورش ہی ایسی کی تھی ورنہ اگر وہ ذرا بھی چالاک ہوتی تو خود ہی سمجھ جاتی کہ اگر فاران کو اپنی آمد کی پردہ پوشی کرنی ہوتی۔ تو وہ کبھی لائبہ کو لے کر اُن کے گھر چھوڑنے نہ آتا۔ کسی لڑکے سے کمرا بند کر کے گھر والوں سے چھپ کر باتیں کر لینا بہت آسان تھا لیکن اس کی باتوں کی سچائی کو پرکھنا کم از کم سنبل جیسی لڑکی کے لیے تقریباً ناممکن تھا۔ تبھی قدرت اس کے سامنے حقیقت واضح کرنے کے لیے خود ہی اسے وہاں تک کھینچ لائی تھی۔

لاؤنج کا دروازہ معمولی سا کھلا ہوا تھا۔ اور لائبہ کی تیز آواز باہر تک آ رہی تھی۔

''میرا نہیں خیال وہ اتنی آسانی سے چپ بیٹھے گی۔''

''اب تم نے صاف، صاف کہہ دیا ناں کہ میرا کوئی انٹرسٹ نہیں اس میں تو چپ بیٹھنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں بچے گا اس کے پاس۔'' یہ فاران کی آواز سی تھی۔

سنبل کے قدموں تلے سے زمین سرکنے لگی۔ فاران کی آواز اور اس کی بات دونوں ہی ناقابلِ یقین تھیں۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تم سیریس تھے ہی نہیں...... تو اسے دو سال تک بے وقوف کیوں بنائے رکھا۔'' لائبہ بول رہی تھی اور فاران کا جواب جاننے کے لیے اس کا پورا وجود سماعت بن گیا۔

''میں صرف مامی کو نیچا دکھانا چاہتا تھا۔ بہت تکلیف ہوتی تھی ناں انہیں میرے وہاں جانے سے...... میں ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ لاکھ پہرے بٹھائیں سنبل کبھی ان کے اختیار میں نہیں آئے گی۔ اب پتا چلے گا ناں انہیں...... جب میں اسے فون کروں کہ جس لڑکی کو انہوں نے اپنے تئیں سات پردوں میں چھپا کر رکھا تھا وہ کتنی بڑی ایکٹریس اور کتنی باکردار و باحیا لڑکی ہے۔'' فاران کی آواز میں اس کے لیے نفرت ہی نفرت تھی...... تحقیر ہی تحقیر، حقارت ہی حقارت...... یہ وہی فاران تھا جو چند ہفتے پہلے تک اس کی محبت کا دم بھرتا تھا۔ اس کی اپنی ماں کے خلاف اس کے کان بھرتا...... زہر اگلتا اور اسے مستقل شمع کے خلاف اکساتا ہی رہتا تھا۔

آج اسے سمجھ آرہی تھی کہ شمع نے برسوں پہلے گھر میں اس کا داخلہ بند کر کے کتنی دور اندیشی سے کام لیا تھا...... یہ تو وہ خود ہی تھی...... حاسد، کم عقل اور عاقبت نا اندیش...... جس نے اس شخص کو اپنے بیڈ روم تک میں گھسا لیا...... جس کا داخلہ دہلیز کے اندر ہی ممنوع ہو چکا تھا۔

فاران نے صرف اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے اسے استعمال کیا تھا اور بس......

''تم جب گئی تھیں تو اس کے فون کی رنگ ٹون آن کر دی تھی ناں......'' فاران لائبہ سے کیا پوچھ رہا تھا۔

سنبل سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل تھا۔ یوں لگ رہا تھا ابھی کھڑے، کھڑے گر کر ختم ہو جائے گی۔ لیکن نہیں...... ابھی تو بہت کچھ ہونا باقی تھا۔ ابھی بہت کچھ کرنا باقی تھا۔

اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے لاؤنج کے دروازے کا ہینڈل چھوڑا اور الٹے سیدھے پڑتے قدم لے کر باہر بھاگی۔ جہاں رکشے میں اس کا بھائی اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ بھائی جس کی طرف اس نے کبھی پیار بھری ایک نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ آج وہی چھوٹا سا بچہ اسے اپنا سہارا سا محسوس ہو رہا تھا۔

تمام راستہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ نبیل تعجب سے اسے دیکھتا رہا مگر وہ اس سے سوال کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ اور کر بھی لیتا تو سنبل کے پاس بھلا کوئی جواب تھا کہاں......؟

☆☆☆

محبت کی حدوں کو پا گئی ہوں
میں اُس کے در سے واپس آ گئی ہوں

لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ گھر میں قدم رکھتے وقت اس نے شدت سے دعا کی کہ اس کا امی سے سامنا نہ ہو...... وہ وقت شاید دعا کی قبولیت کا تھا۔ جبھی وہ سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی۔ دروازہ لاک کرنے سے پہلے وہ نبیل کو بلا کر منہ بند رکھنے کی ہدایت کرنا نہیں بھولی تھی۔

دروازے کو لاک کر کے اس کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ بیڈ پر گر کر پھوٹ، پھوٹ کر رو دی۔

''میرے اللہ...... میں کتنی اندھیروں میں تھی، مجھ سے کیسی بھول ہوئی۔'' وہ رو رہی تھی۔ تڑپ رہی تھی اور پچھتا رہی تھی۔

فاران سے خفیہ تعلق رکھنے کا پچھتاوا...... اپنی ماں کو ہمیشہ غلط سمجھنے کا پچھتاوا...... پھپو اور ان کے بچوں پر اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر دوسروں کو قابلِ بھروسا جاننے کا اور سب سے بڑھ کر اپنے باپ کو دھوکا دینے کا...... کون، کون سے پچھتاوؤں... اور افسوس کے اژدہے اسے نگلنے کے لیے تیار کھڑے تھے۔

کافی دیر رو چکنے کے بعد کسی خیال نے اسے کرنٹ مارا۔

''فون...... کہاں ہے فون...... لائبہ نے اسے سائلنٹ موڈ پر سے ہٹا دیا۔ لیکن، کب...... کیا وہ یہ کرنے کے لیے آئی تھی اور اتنے دن فاران سے رابطہ نہیں ہوا اس لیے میں نے فون کو دیکھا تک نہیں؟ لیکن لیکن فون ہے کہاں......'' اس نے تکیے الٹ پلٹ کیے سائڈ ٹیبل کی درازیں اور پھر پورا کمرا چھان مارا فون کہیں نہیں تھا اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور شمع نے اسے پکارا۔

''آ...... آ...... رہی ہوں۔''

اس نے جلدی سے واش روم میں جا کر منہ دھویا...... گو کہ اتنی دیر گریہ وزاری کے نشانات اتنی جلدی مٹنے والے نہ تھے لیکن...... وہ جانتی تھی شمع کو فضول کا تجسس اور سوالات کی بھرمار کرنے کی عادت نہیں تھی۔ تولیے سے چہرہ خشک کر کے اس نے بکھرے بال سمیٹے اور دروازہ کھول دیا۔

سامنے ہی شمع کھڑی تھیں...... ہاتھ میں اس کا فون لیے اس کی تو جان ہی نکل گئی۔

''بس یہی ذلت باقی رہ گئی تھی۔'' اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

''یہ فون شاید لائبہ کا ہے، اس دن آئی تھی ناں...... تبھی چھوڑ گئی ہوگی۔ چارجنگ نہیں تھی بند پڑا ہے، تم رکھ لو بعد میں دے دینا۔''

اس کی اڑی ہوئی رنگت اور کھلے ہوئے منہ کو خاطر میں لائے بغیر وہ مسکراتے ہوئے بات مکمل کر کے واپس مڑ گئیں۔

وہ فون ہاتھ میں پکڑے وہیں کھڑی رہ گئی۔ خدا نے اس کی جاتی ہوئی عزت رکھ لی تھی۔

دروازہ بند کر کے اس نے ایک سکون بھری گہری سانس لی۔ پھر ہاتھ میں پکڑا فون پوری طاقت اور نفرت سے کارپٹ پر دے مارا...... اور خود وہیں بیٹھ کر پھر سے رونے لگی۔

☆☆☆

چند دن اور آگے سرکے تھے اور اس کے اندر آنے والی ایک نمایاں تبدیلی کو سب نے محسوس کر لیا تھا۔

وہ بے حد مطمئن اور پُرسکون دکھائی دینے لگی تھی۔ ایک بے حد پُروقار اور سادہ دعوت میں اس کے منگیتر اور گھر والوں کو بلا کر شادی کی تاریخ رکھ دی گئی۔ اس نے کھانے میں موجود تمام ڈشز بطورِ خاص اپنے ہاتھوں سے تیار کیں اور سب سے داد وصول کی۔ وہ ایک دن پہلے سے کام کاج، گھر کی صفائی ستھرائی میں لگ گئی۔ اور پھر دعوت والے دن بھی صبح سے اور مہمانوں کے جانے کے بعد بھی کچن میں شمع کا ہاتھ بٹاتی رہی۔ بالکل آخر میں جب وہ دھلے برتن سلیب پر ایک ترتیب سے رکھ رہی تھی تاکہ صبح تک پانی خشک ہو جائے اور وہ انہیں کیبنٹس میں رکھ سکے۔ تب شمع کچن میں داخل ہوئیں۔

''بس کرو دستبل بیٹا اب...... تھک گئی ہو۔ جا کر سوؤ۔ چائے بنا رہی ہوں۔ تمہارے لیے بھی رکھ دوں......؟'' وہ بے حد محبت سے اس کے پاس آ کر بولیں۔ پھر ایک دم اس کی پیشانی چوم لیں۔

''ماشاء اللہ سے آج تو میری بیٹی کی چھب ہی نرالی تھی۔ اس قدر خوب صورت لگ رہی تھی میری بیٹی......'' شمع اس سے ہمیشہ اسی طرح میری بیٹی اور میرا بیٹا کہہ کر بات کرتی تھیں مگر اس سے پہلے وہ ان محبت بھرے کلمات کو ہمیشہ دکھاوے اور ڈھکوسلے کا نام دیتی آئی تھی۔

آج اس کی آنکھیں کھلی تھیں تو ہاتھوں میں سوائے شرمندگی اور ندامت کے کچھ باقی نہیں رہا تھا۔

''آپ چلیں امی...... میں لے کر آتی ہوں چائے۔'' اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

☆☆☆

اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ شمع کو ہر بات صاف، صاف بتا دے گی۔ کس طرح اس نے دو سال تک فاران سے تعلق رکھا اور بعد میں اس نے اسے دھوکا دیا۔ وہ اپنی ہر غلطی کا اعتراف کر کے ان سے معافی مانگ لے گی۔ کبھی جب روزانہ کی طرح شمع اس کے لیے رات میں دودھ کا گلاس لے کر آئیں تو اس نے انہیں کمرے میں ہی روک لیا۔

''میں آپ سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔ مجھے معاف کر دیں امی...... ہر اس غلط فہمی کے لیے جو میں نے جان بوجھ کر آپ کے خلاف دل میں رکھی اور ہر اس بدتمیزی کے لیے جو......'' وہ دھیرے، دھیرے ان سے سب کچھ کہتی چلی گئی کہ...... کس طرح فاران دو سال تک اسے بے وقوف بناتا رہا...... اور وہ بنتی رہی۔ اس نے ان کو اور ابا کو اندھیرے میں رکھا۔ اور فاران کی چھوٹی باتوں پر یقین کر کے دل میں عناد پالا۔

آنسو قطار در قطار اس کی آنکھوں سے بہتے رہے لیکن اس نے بات ادھوری نہیں چھوڑی۔

''وہ مجھ سے جو بھی بات کرتا رہا میں اس پر یقین کرتی رہی۔ اور یہ فون یہ بھی میرا نہیں...... لائبہ کا نہیں...... اسی کا دیا ہوا فون تھا۔ اف امی...... پلیز مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے بہت بڑی بھول ہو گئی۔'' شمع کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ انہوں نے اس کے آنسو پونچھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔

''اسی لیے تو کہتے ہیں کہ ماں، باپ کے علاوہ

اور کوئی اولاد کا ان سے بڑھ کر بھلا نہیں چاہ سکتا اگر تم مجھ پر نہ سہی اپنے ابا پر اعتماد کرلیتیں تو نوبت یہاں تک نہیں آتی خیر...... اب بھی شکر ہوا کہ تم نے بروقت اس کی باتیں سن لیں...... تمہیں سچائی کا پتا چل گیا۔ اس سے اچھی اور کوئی بات نہیں۔'' وہ دھیرے، دھیرے اس کا سر سہلاتی رہیں...... انہیں اپنی اس بیٹی سے بالکل سگی اولاد کی طرح پیار تھا۔ انہوں نے اسے پیدا نہیں کیا تھا۔ پیدائش کے فوراً بعد اسے گود نہیں لیا تھا، نہ گھٹی پلائی تھی نہ شہد چٹایا تھا...... لیکن انہوں نے اسے اس عمر میں پایا تھا جب لڑکیاں سمجھ داری کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھنے کے لیے کسی پُراعتماد سہارے کی متلاشی ہوتی ہیں اور یہ ہاتھ ایک ماں سے بڑھ کر بھلا اور کس کا ہوسکتا ہے۔

شمع چونکہ خود بہت چھوٹی عمر میں اپنی ماں سے محرومی کا دکھ جھیل چکی تھیں۔ اس لیے انہیں سنبل کی شکل میں اپنا عکس دکھائی دیتا تھا۔ وہ سنبل کو ان تمام محرومیوں سے بچا کر رکھنا چاہتی تھیں جو خود انہوں نے دیکھی تھیں۔ وہ اسے کسی احساسِ کمتری کا شکار نہیں بنانا چاہتی تھیں لیکن افسوس سنبل کے کچے ذہن میں ان کی محبتوں کے بجائے دوسروں کے حاسد رویوں نے زیادہ جلدی اپنا رنگ چڑھا لیا لیکن شکر تھا کہ آج یہ رنگ اتر گیا تھا۔ ان کی بیٹی کے دل کے آئینے میں ان کا عکس جھلملا رہا تھا۔

''امی ایک بات پوچھوں؟ لیکن آپ کوئی غلط مطلب نہیں لیجیے گا۔''

''میں نے پہلے کبھی تمہاری کسی بات کا مطلب غلط لیا ہے کیا۔''

''جب میرے لیے یہ رشتہ آیا تو تب پھپھو بھی تو فاران کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔ تب آپ نے کیوں انکار کردیا تھا؟'' شمع اس کی بات سن کر مسکرادیں۔

''تمہارا رشتہ پھپھو نہیں لائی تھیں بلکہ تمہارے ابا نے پھپھو سے تمہارے اور فاران کے رشتے کی خود بات کی تھی کیونکہ وہ چاہتے تھے تم بیاہ کر اپنی پھپھو کے گھر جاؤ۔''

سنبل کا منہ کھل گیا۔ اس سے حیرت کے مارے بات مکمل نہیں کی گئی۔

''لیکن شگفتہ آپا نے تب ہی انکار کردیا تھا...... اور میں نے ان سے کہا بھی کہ سنبل بہت گھڑ اور سلیقہ مند لڑکی ہے...... آپ کو باہر سے ایسی محبت کرنے والی بہو شاید ہی مل سکے۔''

''لیکن، لیکن...... فاران نے تو مجھ سے کہا تھا کہ پھپھو رشتہ لائی تھیں اور...... آپ نے......''

''ہاں وہ رضامند ہوگئی تھیں...... لیکن پھر انہوں نے ایک ایسی شرط رکھی کہ مجھے ہی انکار کرنا پڑا۔''

''کیسی شرط......؟''

شمع ایک گہری سانس لے کر اس کی ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کو تکنے لگیں۔

''انہوں نے کہا کہ اگر یہ گھر ہم تمہارے نام کردیں تو وہ تم کو بہو بنائیں گی۔''

''کیا......؟'' سنبل کے سر پر پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

''اتنی خود غرضی، اتنی لالچ۔ امی...... سگے رشتوں میں؟'' وہ ایک بار پھر شمع کے سینے میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔

''اسی لیے تو کہتے ہیں رشتے جذبات سے بنتے ہیں۔ احساس سے بنتے ہیں۔ خون سے نہیں...... سگا، سوتیلا کچھ نہیں ہوتا...... خون سفید ہوجائے تو اولاد ماں، باپ کو نہیں پہچانتی اور بھائی، بھائی کو کچھ نہیں سمجھتا۔''

شمع کی آواز ان کی آنکھوں کی طرح نم ہوگئی۔ جانے کیوں ان کی آواز میں کوئی انجانے سے دکھ بولنے لگے تھے۔

''لیکن مجھے خوشی ہے کہ میری بیٹی نے میرے خلوص اور محبت کو پہچان لیا۔'' ان کا لہجہ بشاش ہوگیا۔ سنبل انہیں دیکھ کر مسکرادی اور انہوں نے دھیرے اس کا ماتھا چوم لیا تھا۔

اختر شجاعت

قرآن حکیم ...... وحی الٰہی

تمام تر حمد وثنا اللہ رب العزت کے لیے ہے جو تمام کائنات کا خالق، مالک اور رزاق ہے...... اے اللہ تو نے ہمیں وہ کتاب عطا کی جسے تو نے نور بنا کر اتارا اور تمام کتب سماویہ پر اسے گواہ بنایا...... اور ہر اس کلام پر جسے تو بیان فرمایا اسے فوقیت بخشی۔ جس کے ذریعے حلال و حرام الگ، الگ کردیے...... وہ قرآن جس کے ذریعے شریعت کے احکام واضح کیے وہ کتاب وہ وحی آسمانی جسے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا...... جسے وہ نور بنایا جس کی پیروی سے ہم گمراہی و جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرتے ہیں اور اس شخص کے لیے شفا قرار دیا جو اس پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسے سمجھنا چاہے اور خاموشی کے ساتھ اسے سنے جو اس کے سیدھے راستے پر چلنے کا ارادہ کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا۔ بارالہٰا! جبکہ تو نے ہمیں اس کی (قرآن) تلاوت کے سلسلے میں مدد فرمائی اُس کی حسن ادائیگی کے لیے ہماری زبان کی گرہیں کھول دیں تو پھر ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو اس کی پوری طرح حفاظت و نگہداشت کرتے ہیں۔

اے اللہ......! تو نے اسے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اجمال کے طور پر اتارا اور اس کے عجائب و اسرار کا پورا، پورا علم انہیں عطا کیا...... اے اللہ! جس طرح تو نے ہمارے دلوں کو قرآن کا حامل بنایا اور اپنی رحمت سے اس کے فضل و شرف سے آگاہ کیا...... اور یوں محمدؐ پر جو قرآن کے خطبہ خواں اور انؐ کی آل پر رحمت نازل فرما...... آمین۔

اے اللہ! قرآن کے ذریعے گناہوں کا بھاری بوجھ ہمارے سر سے اتار دے...... (آمین)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے انتہا محبت کرتا ہے اسی لیے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب عطا فرمائی۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا ایسا مظہر ہے جس کی مثال اس کائنات میں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے کہ......

''یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔''
(سورۂ بقرہ)

قرآن حکیم کتاب اللہ قرأت اور تلاوت کی جانے والی وہ کتاب جو کتبِ سابقہ کا حاصل ہے۔ تمام علوم کا مجموعہ...... وہ کتاب جس کا اولین تعارف یہ ہے کہ ہدایت ہے جس کی ہدایات و احکام حکمت اور دانائیِ رب کا مظہر ہیں۔

وہ کتاب جو حقائق کو روشن کرے...... خیر و برکت والی کتاب، اہلِ ایمان کو روشنی عطا کرنے والی کتاب...... اللہ کا نور اور اللہ کی معرفت عطا کرنے والی کتاب...... صراط مستقیم بتانے والی کتاب...... حق و باطل کو الگ کرنے والی کتاب...... دوسری آسمانی کتابوں کو اپنے اندر محفوظ رکھنے والی کتاب......

قرآن حکیم کو قولِ رسولؐ بھی کہا گیا ہے...... قرآن حکیم اللہ جل جلالہ کا وہ عظیم کلام ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوا۔

وہ عظیم کلام جس کے لیے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ''جب میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کروں تو میں نماز پڑھتا ہوں اور

جب چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام کرے تو میں قرآن حکیم پڑھتا ہوں۔''

☆☆☆

قرآن حکیم علم و دانش کا خزانہ ہے اور ہدایت و نصیحت کا پروانہ...... اپنی خصوصیات میں دو عالم میں یکتا و یگانہ...... اس کا نازل ہونا...... اس کا لکھا جانا، اس کا پڑھا جانا، اس کا جمع کیا جانا، اس کا محفوظ کیا جانا...... اس کا دیکھتے ہی دیکھتے پھیل جانا...... اس کا ہر دل میں گھر کر جانا...... اس کا انسانی علم و دانش پر چھا جانا...... دنیا کی..... بے شمار زبانوں میں اس کی تفسیریں لکھے جانا...... اس کے ترجمے کیے جانا...... اس کا ادب و احترام، اس کا فضل و کمال سب عجیب سے عجیب تر ہے۔

دنیا کی کوئی کتاب قرآن حکیم کی کسی بھی خصوصیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی...... اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن حکیم پڑھنے والا جب قرآن پڑھتا ہے تو اس کی زبان پر خدا کا کلام جاری ہوتا ہے۔ وہ زمین سے اٹھتا ہے اور آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے۔ زبان غلام کی اور کلام آقا و مولیٰ کا۔

اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا...... ''جب تمہارا خدا سے باتیں کرنے کو جی چاہے تو قرآن پڑھا کرو۔''

''اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت بقیہ کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی اپنی ادنیٰ ترین مخلوق پر......''

''اس قرآن کریم میں تمہارے مسائل کا حل موجود ہے۔''

''کثرتِ تلاوت سے یہ قرآن حکیم کبھی پرانا نہیں ہوگا۔''

''تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔''

☆☆☆

قرآن حکیم ایک خوانِ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوع انسان کے لیے بچھایا گیا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس سے فائدہ اٹھائے...... میزبان بے نیاز ہے جو کچھ ہے مہمان ہی کے لیے ہے۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

''انسانی قلوب ظروف ہیں، ان کو قرآن سے بھر دو اور قرآن کے علاوہ کسی چیز سے نہ بھرو۔''

''بے شک یہ قرآن اللہ کا دستر خوان ہے جو کچھ اس سے سیکھنا چاہے تو ضرور سیکھیے بلاشبہ وہ گھر خیر سے بالکل خالی ہے جس میں اللہ کی کتاب کا کوئی حصہ نہ ہو...... اس کی مثال ایسے ویرانے کی سی ہے جس کا کوئی آباد کرنے والا نہ ہو......

تو آئیں اس عظیم الشان کلام کے بارے میں کچھ جاننے کی کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے پانچ حقوق ہیں یا احکامات ہیں۔

1۔ قرآن حکیم پر ایمان لانا۔
2۔ آدابِ تلاوت کرنا۔
3۔ تفہیم قرآن، سمجھنا، جاننا۔
4۔ عمل کرنا۔
5۔ تبلیغ...... اس کو دوسروں تک پہنچانا۔

قرآن حکیم جس زبان میں نازل ہوا ہے وہ ام القریٰ کی عربی معلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کو فصاحت و بلاغت کا ایک لافانی معجزہ بنا دیا ہے۔ ہمارے پاس جو کلام پاک موجود ہے وہ بالکل اسی طرح اور اسی حالت میں ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں تھا۔ آپؐ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے سامنے تمام آیات اور سورتوں کو ترتیب دلوایا تھا...... جب کوئی سورت نازل ہوتی آپؐ فرماتے کہ اس سورت کو فلاں جگہ رکھو...... بعد میں کتابی صورت میں حضرت عثمان غنیؓ نے اس کو شکل دی۔

پوری کتاب (قرآن) کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ اس میں اپنی جگہ سے کچھ بھی نہیں ہٹایا جا سکتا...... نہ سورۃ کو نہ آیت کو نہ ہی کسی لفظ کو...... اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

قرآن حکیم ایک ہی قدر کی رات میں لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے 23 سال میں نازل ہوا۔

قرآن کریم کا نزول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجاز کے علاقے میں ہوا۔ قرآن کریم وہ اللہ کا عظیم کلام یا وحی الٰہی ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوا۔
☆ قرآن حکیم کے پاروں کی تعداد...... 30 ہے۔
☆ قرآن حکیم میں سورتوں کی تعداد...... 114 ہے۔
☆ قرآن حکیم میں منزلوں کی تعداد...... 7 ہے۔
☆ قرآن حکیم میں آیات کی تعداد...... 6236 ہے۔
☆ قرآن حکیم میں کل تعداد رکوع کی 558 ہے۔
☆ قرآن حکیم کی آیاتِ سجدہ کی تعداد 14 ہے۔
☆ قرآن حکیم کی مکی سورتیں 86 اور مدنی سورتیں 28 ہیں۔

مکی سورتوں میں عموماً ایمانیات، اخلاقیات انبیا اور ذکر الٰہی کا بیان ہے۔ جبکہ مدنی سورتوں میں غزوات، قتال، احکامات، نفاق معاملات کا ذکر ہے۔

☆ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات آسمانوں پر معراج کی رات میں عطا کی گئیں۔
☆ قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ (سورۂ حجر۔9)
☆ دور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں قرآن حکیم کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا اور دورِ عثمان غنیؓ میں ایک متفقہ رسم الخط پر جمع کیا گیا۔
☆ قرآن حکیم کے سب سے پہلے حافظ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں...... قرآن حکیم کا سب سے پہلا ترجمہ فارسی زبان میں ہوا تھا۔
☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو تفسیر قرآن کا امام کہا جاتا ہے۔
☆ قرآن حکیم میں دو طرح کی آیات ہیں۔

1۔ محکم 2۔ متشابہات

محکمات: یہ وہ آیتیں ہیں جن کے معنی واضح ہیں جبکہ۔
متشابہات: یہ وہ آیات ہیں جن کے معنی ہم پر واضح نہیں...... مثلاً اللہ کی کرسی...... اللہ کا چہرہ...... اللہ کا ہاتھ......

☆ بنی اسرائیل کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔
☆ قرآن حکیم میں سب سے بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو قرار دیا گیا ہے۔
☆ سورۂ مریم قرآن حکیم کی وہ واحد سورت ہے جو ایک خاتون کے نام پر ہے۔

☆ قرآن حکیم کی 29 سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔
☆ حضرت زید بن حارثؓ وہ صحابی ہیں جن کا نام قرآن حکیم میں آیا ہے۔
☆ سورۂ مجادلہ پارہ 28 کی ہر آیت میں لفظ اللہ آیا ہے۔
☆ قرآن حکیم میں چھ یا سورتیں انبیا کے ناموں پر ہیں...... سورۂ یونسؑ...... سورۂ ہودؑ، سورۂ یوسفؑ، سورۂ ابراہیمؑ، سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سورۂ نوحؑ۔
☆ قرآن حکیم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں...... یعنی الم میں ا پر دس ل پر دس م پر دس...... یعنی 30 نیکیاں ملیں گی۔
☆ قرآن حکیم کی ایک آیت کو سمجھنا 100 رکعات نفل نماز سے افضل ہے۔
☆ قرآن حکیم کی پہلی مکمل نازل ہونے والی سورت سورۂ فاتحہ ہے۔
☆ حروف مقطعات کی تعداد 14 یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیے......

تو نوٹ کیجیے کہ وہ قرآن حکیم کی تلاوت پر ثواب ضرور ملے گا مگر ترجمہ، تفسیر سمجھنے سے ہدایت ملے گی...... اور یہ ہدایت قرآن حکیم ہی کرے گا اسی کلام ربانی سے ہدایت ملے گی، اس کلام کے مطالب کی وسعت، حکمت و گہرائی تک رسائی ہر فرد کی اپنی ذہنی اور فکری حیثیت اور اس کے مقام کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کی مکمل تشریح ایک ہی ذاتِ مقدسہ کی زندگی ہے...... جو قولاً فعلاً عملاً اور نوراً ان آیات کی آئینہ دار ہے...... اور یہ عظیم ہستی مقدسہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے...... انؐ ہی کے وسیلے سے، ان ہی کی اتباع اور ان ہی کی محبت سے اسرار قرآن کھلتے ہیں...... تو قرآن وہ ہے جو صاحبِ قرآن سے ملائے اور صاحبِ قرآن وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو اللہ سے ملائیں۔

☆☆☆

قرآن پاک کا کلام گویا اللہ تعالیٰ کا خط ہے اپنے بندوں کے نام...... حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں...... کہ ”جو لوگ تم سے پیشتر تھے وہ قرآن حکیم کو نامہ سمجھتے تھے جو اللہ

تعالیٰ کی طرف سے انہیں پہنچا...... رات کو وہ اس پر غور کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم نے اس کا درس اختیار کرلیا ہے کہ اس کے حروف و اعراب کو درست کرتے ہو اور اس کے احکام پر عمل کرنے میں سستی کرتے ہو۔'' آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہ کا یہ فرمان ہے کہ ''جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں۔''

ارشاد نبویؐ ہے کہ ''میری امت کی افضل ترین عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔''

حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ ''قرآن کریم ضرور پڑھا کرو اور ان لٹکے ہوئے صحائف سے دھوکا مت کھاؤ اللہ تعالیٰ اس شخص کو عذاب نہیں دے گا جس کے سینے میں قرآن ہو......'' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ''جب تم علم حاصل کرنا چاہو تو قرآن سے ابتدا کرو اس لیے کہ قرآن کریم میں اولین و آخرین کا علم ہے۔'' حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ''قرآن حکیم کی ہر آیت جنت کا ایک درجہ ہے اور تمہارے گھروں کا چراغ ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ گھر اپنے رہنے والوں پر وسیع ہو جاتا ہے۔ اس کی برکتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اس میں ملائکہ آتے ہیں اور شیطان نکل جاتے ہیں۔ اور جس گھر میں اللہ کی کتاب نہیں پڑھی جاتی وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لیے تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کی برکتیں کم ہو جاتی ہیں۔ اس سے ملائکہ نکل جاتے ہیں اور شیطان آجاتے ہیں۔''

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے ارشاد فرمایا...... کہ ''حافظ قرآن اسلام کا علمبردار ہوتا ہے۔ قرآن کی عظمت اور تقدس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لہو سہو اور لغو کاموں میں مشغول نہ ہو۔'' حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ''جب کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو فرشتے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہیں۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ''خدا کی قسم! قرآن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور قرآن کے بعد کوئی حاجت نہیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تین اعمال ایسے ہیں جن سے حافظہ بڑھتا ہے اور بلغم ختم ہو جاتا ہے۔

1۔ مسواک کرنا۔

2۔ روزہ رکھنا۔

3۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

ایک عالم دین کہتے ہیں کہ ''جب کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے اور درمیان میں بات چیت بھی کرتا رہتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے ہمارے کلام سے کیا تعلق؟''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرے اسے ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں حاصل ہوں گی۔ اور جو شخص نماز میں بیٹھ کر قرآن پاک پڑھے اسے ہر حرف کے عوض پچاس نیکیاں ملیں گی۔ اور جو شخص نماز نہ پڑھنے کی حالت میں باوضو ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرے اسے پچیس نیکیاں حاصل ہوں گی۔ رات کا قیام افضل ترین عبادت ہے۔ اس لیے کہ رات کو یکسوئی ہوتی ہے اور دل ہر طرح کے تفکرات سے آزاد ہوتا ہے۔''

حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ''سجدوں کی کثرت دن میں ہوتی ہے اور طول قیام رات میں ہوتا ہے۔'' حضور اقدس کا مبارک فرمان ہے کہ ''جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔''

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی...... وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ! یہ جوڑے کس صلے میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض۔''

حدیث مبارکہ ہے کہ ''جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلا دے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہہ اٹھایا جائے گا اور

اس کے بیٹے سے کہا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا حتیٰ کہ اسی طرح پورا قرآن شریف ہو۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا...... حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔"

"جو شخص اٹک، اٹک کر قرآن پاک پڑھتا ہے اسے ڈہرا ثواب ملتا ہے۔"

☆☆☆

حدیث مبارکہ ہے کہ "محافل قرآنی پر ہونے والی پہلی برکت یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں...... دوسری برکت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے...... تیسری برکت یہ ہے کہ ان پر سکینت طاری ہوتی ہے...... اور چوتھی برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے فرماتا ہے۔"

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "قرآن شریف کو سیکھو پھر اس کو پڑھو اس لیے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو...... اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔"

حضور اقدسؐ کا مبارک فرمان ہے کہ "کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔"

دل کی مثال ایک آئینے کی سی ہے، جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اس میں کم ہوگا اور دل کا آئینہ جس قدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا...... گناہوں کی کثرت اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ جس طرح لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے۔ اور کلام پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لیے صیقل (صفائی) کا کام دیتا ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے پوچھا گیا کہ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ "موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔"

آقائے دو جہاں کا فرمان ہے کہ "جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لیے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لیے آسمان پر ستارے۔"

حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے کہ "اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو۔" ایک جگہ ارشاد ہے کہ "اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔"

☆☆☆

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا وہاں ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا۔

"کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی۔" اور پھر اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گزرتے چلے گئے...... زاذان نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا تو لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی ہیں...... اور یہ ارشاد فرما گئے ہیں اس پر اس بات کی اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں...... قصہ مختصر وہ اپنے سب آلات توڑ کر حضرت ابن مسعودؓ کے پیچھے لگ گئے اور پھر علامۂ وقت ہوئے۔

متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی تعریف آئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔

نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا...... "قرآن والو! قرآن

جیسا کہ اس کا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے معنی میں تدبر کرو تا کہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو..... کہ آخرت میں اس کے لیے بڑا اجر و بدلہ ہے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا..... کہ "جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کے لیے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔"

کلام پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے..... حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ حضور اقدسؐ منبر پر تشریف فرما تھے..... ارشاد فرمایا..... "مجھے قرآن شریف سنا....." میں نے عرض کیا..... کہ حضور اقدسؐ پر تو خود نازل ہوا ہے..... حضور کو کیا سناؤں..... ارشاد ہوا کہ "میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں....." اس کے بعد انہوں نے سنایا تو حضور اقدسؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

☆☆☆

بندے کو چاہیے کہ تلاوت میں مشاہدہ کرے کہ وہ کلام اللہ کی تلاوت کے ذریعے اپنے آقا (رب) سے مخاطب ہے..... اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کا متکلم ہے اور اس نے بندے کی زبان پر اپنا ذکر و وصف ایک حد تک جاری کیا تاکہ اسے بھی کچھ مل جائے..... حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ "اللہ کی قسم! اللہ عزوجل نے اپنے کلام میں مخلوق کے لیے جلوہ افروزی فرمائی مگر لوگ دیکھتے ہی نہیں....." ایک بار حالتِ نماز میں آپؒ پر غشی طاری ہوگئی اور گر گئے۔ جب آپؒ کو ہوش آیا تو اس کا سبب پوچھا تو فرمایا..... "میں اپنے دل میں ایک آیت بار، بار پڑھتا رہا آخر میں نے متکلم سے یہی آیت سنی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ کر میں اپنے جسم پر قابو نہ رکھ سکا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ "حافظ قرآن کو مناسب ہے کہ جب لوگ سوئے پڑے ہوں تو یہ اپنی رات کو ممتاز بنائے..... اور دن کو جب لوگ کھانا کھائیں تو یہ اس کو مبارک بنائے اور جب لوگ خوش ہوں تو یہ غمگین ہو اور جب لوگ لغو گوئی کریں تو یہ خاموش رہے اور جب لوگ اپنے کپڑوں اور رفتار میں فخر کریں تو یہ خشوع کرے۔"

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ "عالم اور حافظ قرآن کے لیے مناسب نہیں کہ سخت گیر، جھگڑالو اور دنیا کی طرف راغب ہو۔" سرکار مدینہؐ نے فرمایا۔ قرآن حکیم میں 30 آیات کی ایک سورت ہے جو آدمی کے لیے شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

وہ سورۂ ملک (تبارک الذی بیدہ الملک) ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ "جس نے سورۂ ملک ہر رات پڑھی اللہ تعالیٰ اسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا..... اور ہم اس سورت کو سرکار مدینہؐ کے عہد مبارک میں "مانعہ" کہتے تھے۔

حضرت علامہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ ملک یمن میں، میں نے بعض صالحین سے سنا ہے کہ ایک میت کو جب دفن کر کے لوگ واپس آنے لگے تو قبر میں سے ایک گرجدار دھماکے کی آواز آئی اور اس قبر سے ایک کالا کتا نکل کر بھاگا..... ایک نیک شخص جو وہیں پر موجود تھے انہوں نے اس کتے سے کہا..... تیرا ناس ہو تو کون بلا ہے؟ وہ بولا میں اس میت کا برا عمل ہوں..... انہوں نے پوچھا یہ جو آواز آئی تھی یہ چوٹ تیرے لگی تھی یا پھر میت کے.....؟ کہا کہ یہ میرے ہی لگی تھی وجہ اس کی یہ تھی کہ اس کے پاس سورۂ یٰسین وغیرہ جن کا یہ ورد کرتا تھا آ گئیں اور مجھے اس کے پاس جانے تک نہ دیا اور مار کر نکال دیا..... اللہ اکبر.....

☆☆☆

قرآن مجید پڑھنے کے کچھ آداب ہیں جنہیں جاننا ضروری ہے کہ یہ کلام الٰہی محبوب و حاکم کا کلام ہے اس لیے محبت و ادب برتنا ضروری ہے۔

حضرت عکرمہؓ جب قرآن مجید پڑھنے کے لیے کھولا کرتے تھے تو بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے اور زبان پر جاری ہوتا تھا کہ یہ میرے رب کا کلام ہے۔ یہ میرے رب کا کلام ہے۔ تو بندہ نوکر بن کر نہیں چاکر بن کر نہیں بلکہ بندہ بن کر آقا و مالک محسن و منعم کا کلام پڑھے۔

☆ مسواک اور وضو کے بعد کسی یکسوئی کی جگہ میں نہایت وقار کے ساتھ قبلہ رو بیٹھے اور نہایت حضور قلب اور

خشوع کے ساتھ پڑھے۔

☆ آیاتِ رحمت پر دعائے مغفرت ورحمت مانگے اور آیاتِ عذاب ووعید پر اللہ سے پناہ چاہیے۔

☆ از خود تلاوت میں رونا نہ آئے تو رونے کی سعی کرے..... کوشش تو کرے.....

☆ دورانِ تلاوت کسی سے کلام نہ کرے اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو پھر کلام پاک بند کر کے بات کرے پھر اس کے بعد اعوذ پڑھ کر دوبارہ شروع کردے۔

☆ پڑھنے میں جلدی نہ کرے ترتیل وتجوید سے پڑھے۔

☆ خوش الحانی سے پڑھے..... قرآن پاک کی عظمت دل میں رکھے۔

☆ دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی شان اور رفعت وکبریائی کو دل میں رکھے۔

☆ معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔

☆ کانوں کو اس قدر متوجہ بنادے کہ گویا حق سبحانہ و تقدس کلام فرمارہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔

☆ اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہوجائے ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے۔

☆ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ کسی نمازی، مریض یا سوئے ہوئے کو ایذا نہ پہنچے۔

☆ قرآن مجید یاد کر کے بھلا دینا گناہ ہے، ایک روایت میں ہے کہ جو قرآن پڑھ کر بھول جائے قیامت کے دن کوڑھی ہوکر آئے گا۔

☆ قرآن مجید کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے اور نہ ہی پاؤں پھیلائے جائیں۔

☆ تلاوت کے وقت ظاہری پاکی طہارت کے ساتھ، ساتھ دل کو بھی گندے خیالات، برے جذبات اور ناپاک مقاصد سے پاک رکھیے۔

☆ وقتِ سحر اور نمازِ تہجد میں قرآن شریف پڑھنے کی بہت زیادہ کوشش کیجیے۔

☆ تلاوت کے ساتھ، ساتھ ترجمہ وتفسیر بھی پڑھتے رہیے..... (تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ آپ کا خالق آپ سے کیا کہہ رہا ہے)

☆ حقوقِ آیات کا لحاظ رکھیے..... اور آیاتِ سجدہ پر سجدہ کیجیے۔

☆ آیاتِ تسبیح آئے تو تسبیح وتکبیر کہیے۔

☆ آیاتِ استغفار آئے تو استغفار کرے۔

☆ بشارت کی آیات پڑھ کر شکر ادا کیجیے۔

☆ تلاوت قرآن مجید سے فارغ ہونے کے بعد اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں اور بے عملیوں پر کثرت سے استغفار کیجیے..... تلاوت کے بعد خصوصی دعا بھی فرمایئے۔

☆☆☆

یہ عظیم کلام قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے..... حکمت بھرا کلام ہے فیصلہ کن کلام ہے اور یہ قرآن ہی سیدھا راستہ ہے..... جو اس سے دور ہوا وہ ذلت ورسوائی کے گڑھے میں گرتا چلا گیا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قرآن حکیم کا صرف پڑھ لینا ہی مقصد نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا اس کی روحِ حقیقی ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کی مثال اس غلام کی سی ہے کہ جب اس غلام کو اس کے مالک کی چھٹی (خط) پہنچے اور مالک چند کام کرنے کے لیے اسے تاکید کرے لیکن وہ غلام مالک کے بتائے ہوئے کام سرانجام دینے کے بجائے چھٹی (خط) خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا رہے اور اس کے حروف درست نکالے تلفظ پر زور دیتا رہے لیکن اس کے تاکیدی احکام پر ہرگز عمل نہ کرے..... بتائے ہوئے کام جوں کے توں چھوڑ دے..... تو کیا اس کا آقا اس غلام سے خوش ہوگا؟ مالک اس کو انعام دے گا یا سزا کا مستحق قرار دے گا؟

ہر اہلِ ایمان کا فرض ہے کہ اس کتاب مبین کے پیغام کو سمجھے اور نہ صرف خود اس پر عمل کرے بلکہ اپنی اولاد، اپنے زیرِ کفالت افراد اور ماتحتوں اور ملازموں کو بھی ان احکامات پر عمل کرنے کا پابند بنائے..... کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ۔''

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا ایک پیغامِ ہدایت ہے جو مردہ قلوب کے لیے حیاتِ ابدی کا آبِ حیات ہے..... آج افسوس صد افسوس ہمارے معاشرے میں 95 پرسنٹ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ایک بار بھی قرآن کا ترجمہ نہیں

پڑھا...... کاش وہ سمجھ سکیں کہ حضور اقدسؐ وہ نور ہیں جن کی روشنی میں کلام اللہ کی تجلیات مومن پر منکشف ہوتی ہیں اور روح میں سرور و نشاط پیدا ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور قرآن نے ہم کو محبت میں لگایا...... اب ہم فساد میں لگ گئے...... قرآن میں بڑی کشش ہے، اس کی تلاوت سن کر مسلمانوں کے ہی نہیں غیر مسلموں کے دل بھی راغب ہوتے ہیں' یہ آفاقی کلام ہے' ہمارے اسلاف قرآن پڑھتے بھی تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے مگر ہم صرف باتیں بناتے ہیں، بہت کم ہیں جو پڑھتے ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں...... دنیا کے تقریباً ہر مذہب و ملت کے دانشوروں نے قرآن کریم کو پڑھا ہے۔ اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے...... یہاں میں صرف چند سے کے حوالے دے رہی ہوں۔

1۔ سر ولیم میور...... ''شاید دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے، جس کا متن قرآن پاک کی طرح تیرہ صدیوں تک اپنی اصلی حالت میں رہا ہو۔''

2۔ ڈاکٹر میسل...... ''قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے، اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ مردہ زندہ کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔''

3۔ ایم۔ کے گاندھی...... ''میں نے تعلیمات قرآنی کا مطالعہ کیا ہے مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ہے، مجھے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئی ہے کہ یہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔''

4۔ چارلس فرانس پورٹر...... ''دنیا کی کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے۔''

5۔ گوئٹے (جرمن شاعر و فلسفی)...... ''قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے...... پھر متعجب کرتی ہے اور آخر میں ایک تحیر آمیز رقت میں ڈال دیتی ہے۔''

6۔ عمانویل ڈی اش...... ''قرآن مجید مردہ عقل اور علم کو زندہ کرتا ہے۔''

7۔ ہاروگ ہرش فیلڈ...... ''ہم کو یہ دیکھ کر تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ قرآن مجید سائنسی علوم کا سر چشمہ ہے۔''

8۔ نپولین...... ''مجھے امید ہے کہ میں دنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یکجا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام قائم کروں گا کیونکہ صرف یہی تعلیمات ہی انسان کو مسرتوں سے روشناس کر سکتی ہیں۔''

اور بہت سارے دوسرے غیر مسلموں کی رائے موجود ہے...... ان کے افکار و خیالات پڑھ کر اندازہ ہو جائے گا کہ غیر مسلموں کی نظر میں بھی قرآن حکیم صحیح اور سچا ہے...... بے مثل و بے نظیر ہے کسی انسان کی طاقت نہیں کہ ایسی ایک بھی آیت لکھ سکے۔

بہر حال قرآن حکیم کے بہت سے علوم ہیں بہت سے عجائبات ہیں بہت سے معجزات ہیں۔ نظر و دلوں نے اس کا مشاہدہ کیا...... کیا، کیا بیان کیجیے اور کہاں تک بیان کیجیے...... قرآن وہ لازوال کلام ہے کسی کی کیا مجال کہ خواصی کا حق ادا کرے۔

قرآن حکیم سب کا ہے...... اور سب اس کے ہیں...... قرآن اللہ کا کلام ہے اور سب اللہ کے بندے ہیں تو بندگی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اس کے ہر حکم کو مانیں اور اس سیدھے راستے پر چلیں جو قرآن نے ہمیں دکھایا ہے...... جب ہی ہم منزل کو پا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک سمجھ کر پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی رقت سے دعا گو ہوں کہ قرآن کا موضوع اتنا وسیع اور گہرائی لیے ہوئے ہے کہ کسی طرح بھی اس پر لکھنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا...... تو اس مضمون کو تحریر کرتے ہوئے کہیں کوئی غلطی کوئی کوتاہی، کوئی کمی دانستہ یا نادانستہ ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کی طلبگار ہوں...... اللہ مجھے معاف فرمائے...... اور اس تحریر کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے اس میں تعاون کرنے والوں کے لیے اس کو قبول کرتے ہوئے اس کو ہمارے لیے توشہ آخرت بنا دے...... آمین۔

اس مضمون کی تیاری میں میں نے جن بے حد قابلِ احترام ہستیوں کے کتب سے مضامین لیے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے...... آمین۔